فاصلے درمیاں

سعدیہ عابد

سعدیہ عابد

ناولٹ

کافی کا دور چل رہا تھا جبھی مدیحہ خان کی جھنجلائی ہوئی آواز سٹنگ روم میں گونجی تھی۔

"پلیز ڈیڈا کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ میں کہیں نہیں جا رہی۔ میں کوئی بچی نہیں ہوں اکیلے بھی رہ سکتی ہوں۔ اس کے لئے مجھے اُس سنسان حویلی میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔" مدیحہ خان کے لہجے میں دنیا بھر کی بے زاری تھی۔

"ہم تمہیں اکیلے چھوڑ کر نہیں جا سکتے اور فضول بحث میں پڑنے کے بجائے جانے کی تیاری شروع کرو میں نے تمہاری سیٹ کنفرم کروادی ہے۔" کمال خان بیٹی کی برہمی کو کسی خاطر میں نہیں لائے تھے۔

"کامی! چھوڑیں بھی وہ نہیں جانا چاہتی تو کیوں زبردستی کر رہے ہیں۔" ہانیہ خان بیٹی کا اترا منہ زیادہ دیر نہ دیکھ سکیں اور وہ خود بھی اُسے کب وہاں بھیجنے کے حق میں تھیں۔

"تم نے ہمیشہ میرے گھر والوں سے دوریاں بنائے رکھیں اور میں بھی تمہارے ساتھ ہی شریک رہا مگر اب بی جان نے ولید خان کی شادی میں ہمیں بہت پیار سے انوائٹ کیا ہے مگر ہم تو بزنس میٹنگ کے سلسلے میں آسٹریلیا جا رہے ہیں اس لئے میں میڈی کو وہاں بھیج رہا ہوں میں نے بی جان کو ہمیشہ ہی مایوس کیا ہے مگر اس بار نہیں کرنا چاہتا۔" کمال خان سنجیدگی سے اپنی بات مکمل کر کے وہاں سے اُٹھ گئے تھے ان کی ضروری کال آ گئی تھی۔ جمال خان

ٹے اور ایک بیٹی۔ کمال خان سب

سے چھوٹے تھے شادی سے پہلے پڑھائی اور بزنس کی وجہ سے وہ حویلی سے دور رہے اور شادی کے بعد مکمل طور پر شہر کراچی میں ہی بس گئے۔ باقی دونوں بھائی حویلی میں ہی بچے تھے۔ باذل خان (سب سے بڑا بیٹا) کی 3 اولادیں تھیں (ولید خان، ثناء خان اور سب سے چھوٹا وحید خان) شاذل خان (منجھلا بیٹا، دوسرا نمبر) کے دو بیٹے عمر خان اور احمر خان تھے۔ شاذل خان سے ایک سال بڑی عائشہ خان کے 3 بچے تھے۔ سائرہ خان اور اس سے چھوٹی مائرہ خان اور ان کا اکلوتا بیٹا فرزل خان جو ولید خان سے ایک برس چھوٹا تھا۔ عائشہ خان کے شوہر نعمان خان کی جس وقت ڈیتھ ہوئی مائرہ خان دو برس کی تھی۔ جمال خان بیٹی کو حویلی لے آئے تھے اور ان کی وفات کے بعد بھی وہ یہیں رہ رہی تھیں۔

سب لوگ حویلی میں مل جل کر رہتے تھے اور یہاں بی جان! (کمال خان کی والدہ) کا حکم چلتا تھا۔ بس کمال خان نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد تعمیر کی ہوئی تھی۔ مدیحہ خان ان کی اکلوتی اولاد تھی اور بے جا لاڈ پیار نے اسے خود سر بنا دیا تھا۔ مدیحہ خان نے شہر کے بہترین کالج سے انٹر کیا تھا اور ماں کو اکثر ددھیال کی برائی کرتے سنا تھا اس لئے اُسے ان لوگوں سے نفرت تھی۔ وہ کبھی حویلی نہیں گئی تھی اور فرسٹ ٹائم باپ کے مجبور کر دینے پر جانے کو نیم رضامند ہو گئی تھی کیونکہ اس کے سوا اب کوئی چارہ نہیں تھا کیونکہ کمال خان کو ان کی کہی بات سے ہٹانا بہت مشکل تھا مگر رابعہ خان نے جانے سے پہلے اُس کی خوب برین واشنگ کی تھی اور وہ ایک ہی ہفتے میں لوٹ آنے کا پلان بنا کر ملکوال کے لئے روانہ ہو گئی تھی۔ یہاں سب اس کی آمد کی خبر پا کر بہت خوش تھے مگر یہ خوشی وقتی تھی۔

☆......☆......☆......☆

"پلیز! یہ تعارف بعد میں ہوتے رہیں گے میں تھک گئی ہوں اور آرام کرنا چاہتی ہوں"۔ مدیحہ خان بڑے سے ہال کمرے میں دس بارہ لوگوں کے درمیان کھڑی کھڑی تھی۔ رابعہ خان (باذل کی بیوی) کے تعارف کروانے پر ناک چڑھا کر بولی اور نفرت سے بی جان کا سر پر رکھا ہاتھ جھٹک دیا جس سے کمرے میں ایک دم ہی خاموشی سی چھا گئی۔

"ویئر از مائی روم؟" اس نے ملازمہ سے پوچھا تھا۔

"ثناء! مدیحہ بیٹی کو اس کے کمرے میں لے جاؤ"۔ ثمینہ خان (شاذل کی بیوی) کے کہنے پر ثناء خان نے اُسے آنے کو کہا اور وہ ہائی ہیل سے ٹھک ٹھک کرتی اس کے پیچھے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

"یہ اتنا چھوٹا اور ڈرٹی سا میرا روم ہے؟ اس سے کہیں بہتر تو ہمارا سرونٹ کوارٹر ہے۔ میں یہاں ہرگز نہیں رہ سکتی۔ ڈیڈ نے مجھے کن جاہلوں کے درمیان پھنسا دیا ہے"۔ مدیحہ خان نے اچھے خوبصورت ڈیکوریٹڈ روم کی مٹی پلید کر کے رکھ دی تھی۔

"فرزل خان کا سامان گیسٹ روم میں شفٹ کر دو"۔

"بی جان! لالہ کا سامان کیسے؟ وہ تو کسی کو اپنے روم......"

"ہم نے جو کہا ہے وہی کرو۔ مدیحہ وہیں ٹھہرے گی"۔ ثناء خان خاموشی سے بی جان کے روم سے نکل گئی تھی۔

"بی جان! آپ کی آنکھوں میں یہ نمی......"

"بڑی بہو! یہ ہمارے کمال کی بیٹی ہے اُس خاندان کی عزت جس کی بہن بیٹیاں گھر کی چار دیواری میں بھی آنچل کو سر سے سرکنے نہیں دیتیں اور کمال کو اس مغربی حلیے میں بیٹی کو بھیجتے ہوئے غیرت بھی نہ آئی شہر میں رہ کر ماں اور گھر والوں کو تو بھول ہی گیا تھا کیا اپنی روایات اور مذہب کو بھی بھول گیا"۔ رقیہ بیگم کے لہجے میں دُکھ اور تلخی گھلی ہوئی تھی۔

"بی جان! حوصلہ رکھیں اب وہ آپ کے پاس آ گئی ہے آپ کی محبت اور صحبت اُسے بدل کر رکھ دے گی"۔ رابعہ خان خود بہت حیران و غمزدہ تھیں مگر انہیں حوصلہ دے رہی تھیں۔

☆......☆......

"مس مدیحہ خان! جن لوگوں کو آپ نے کچھ دیر قبل

جاہل کہا ہے وہ سب ایک سے بڑھ کر ایک تعلیم یافتہ ہیں۔ ثناء نے انگلش لٹریچر اور سائرہ نے اردو لٹریچر میں ماسٹرز کیا ہے۔ عرفان نے اکاؤنٹنگ جبکہ وحید خان نے اکنامکس میں ایم اے کیا ہے احمر خان انٹر اور مائرہ خان میٹرک کے اسٹوڈنٹ ہیں ولید خان نے ڈاکٹریٹ کی اور میں نے سی ایس ایس کی ڈگری لی ہے اور رب کے کرم سے آج سب اچھی اور بہترین پوسٹوں پر فائز ہیں اور ایک بات پڑھا لکھا وہ نہیں ہوتا جس کے پاس ڈگریوں کے انبار لگے ہوتے ہیں کیونکہ علم کتابوں کا محتاج نہیں ہوتا"۔ فرزل خان پولیس اسٹیشن (وہ D.S.P تھا) سے لوٹا تو سیدھا اپنے کمرے میں آیا تھا مگر دروازے پر ہی ٹھٹھک کر رک گیا تھا کیونکہ اس کے کانوں میں زہر بھرے جملے پڑ گئے تھے اور اس نے حیرت سے نگاہ اٹھائی تو ناگواری سی وجود میں سرایت کر گئی کیونکہ ایک نسوانی وجود اوندھا اس کے بیڈ پر لیٹا تھا اور اس کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی اور وہ کہے بغیر رہ نہیں سکا تھا۔

"تم ہو کون؟ اور بغیر اجازت میرے روم میں کیسے آئے؟" مدیحہ خان سچ جاننے کے بعد مشتعل ہو گئی تھی۔

"مجھے فرزل خان کہتے ہیں اور یہ روم آپ کا نہیں میرا ہے اور مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ یہاں میرے روم میں ٹھہری ہیں"۔ فرزل خان نے وائٹ ٹراؤزر اور پرپل شارٹ شرٹ میں بالوں کی پونی بنائے اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو ناگواری سے دیکھا لمبے لمبے ڈگ بھرتا اُسے پیچ و تاب کھانے کو چھوڑ گیا تھا۔

"اونہوں...... آواز ہی نہیں موصوف خود بھی کافی ہینڈسم ہیں اور لگتا ہے اپنی خوبصورتی اور وردی پر کچھ زیادہ ہی گھمنڈ ہے مگر ایسے کتنوں کے غرور کو مدیحہ خان اپنے پیروں تلے روند چکی ہے تو پھر یہ کیا چیز ہے۔ ہاہاہا......"

☆......☆......☆......☆

"ہے...... آئی ایم ناٹ ڈاٹر! مجھے بیٹی کہنے سے پہلے اپنی حیثیت کا تعین تو کر لیتیں؟ میں تم جیسی گھٹیا نوکرانی کی بیٹی ہو ہی نہیں سکتی......" اس نے نفرت سے سر جھٹکا تھا۔

"مدیحہ! آپ کو آپا ماں سے اس طرح بات کرنے کا کوئی حق نہیں ہے یہ ملازمہ نہیں اس گھر کا حصہ ہیں"۔

"تم لوگ بہت جاہل ہو ایک نوکرانی کو سر آنکھوں پر بٹھا سکتے ہو مگر میں اسے اس قابل نہیں سمجھتی"۔

"تم شاید ہوش میں نہیں ہو میں اور ایک نوکرانی سے معافی مانگوں گی"۔ مدیحہ خان نے اُسے یوں دیکھا جیسے اُس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔

"آپا ماں سے آپ نے بدتمیزی کی ہے۔ ان سے معافی مانگیں"۔ فرزل خان نے اپنی بات دہرائی تھی اور اس سے پہلے بات بڑھتی رابعہ بیگم نے جو مدیحہ کی آواز سن کر کچن سے آئی تھیں فرزل خان کو وہاں سے جانے کے لئے کہا تو وہ خاموشی سے پلٹ گیا۔

☆......☆......☆......☆

"بُری بات مائرہ! وہ ہماری مہمان ہے"۔

"بجا! مہمان ہونے کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ وہ کسی کی بھی انسلٹ کر سکتی ہیں"۔ ثناء خان کی بات پر وہ چڑ گئی تھی۔

"اس کا رویہ غلط ہے تو ہمیں اپنا رویہ تو کم از کم درست رکھنا چاہیے۔ وہ ابھی یہاں نئی ہے دھیرے دھیرے ہی اس میں چینج آئے گا اور ہم مقابلہ بازی پر اتر آئیں گے تو وہ کبھی خود میں چینج نہیں لا پائے گی جبکہ ہمیں اس کی خوبیوں کو باہر لانا ہے"۔ ثناء خان رسانیت سے اُسے سمجھا رہی تھی۔

"اچھا! اب اٹھو میں چائے بنانے جا رہی ہوں اُسے بھی بلا لو۔ جانے کیسی لڑکی ہے اکیلے بور ہی نہیں ہوتی"۔ ثناء خان مسکراتے ہوئے کچن میں چلی گئی تو اس نے بھی مدیحہ خان کے روم کا رخ کیا تھا۔

"فرینڈز سے گپ شپ اور چیٹنگ میں وقت کیسے گزرتا ہے پتہ ہی نہیں چلتا۔ میں تو کلب اور پارٹیز میں جانے کے لئے بھی بہت مشکل سے ٹائم نکال پاتی ہوں"۔ مدیحہ خان شاید بند کمرے میں رہتے رہتے اکتا گئی تھی جبھی مائرہ خان کے ایکٹویٹیز کے بارے میں پوچھنے پر خوشگوار

لہجے میں بتا رہی تھی اور مائرہ خان تو کلب سن کر ہی ششدر رہ گئی تھی مگر وہ مزے سے اب اپنے بوائے فرینڈز کی تفصیل بتانے لگی تھی اور ظاہر ہے جس میں مائرہ خان کی دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی اس لئے موضوع بدل دیا تھا۔

"آپ ہمیشہ ایسے ہی کپڑے پہنتی ہیں؟" مدیحہ خان نے بلیک ٹراؤزر اور بلیو سلیولیس شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی (طنزیہ مسکراہٹ)۔

"تم ہمیشہ ایسے ہی تھان لپیٹے رکھتی ہو؟ میرے اس سوال کا تم کیا جواب دو گی؟ اور جو تمہارا جواب ہے وہی جواب میرا ہے۔" مدیحہ خان اس کے ڈھکے سر اور وجود پر نگاہ جمائے جمائے بظاہر سادہ لہجے میں بولی تھی مگر عجب سی کاٹ تھی اس کے لہجے میں۔

"میں تو صرف اس لئے...... کہ یہ ویسٹرن ڈریس ہے"۔

"ایسٹ اور ویسٹ میں کوئی فرق نہیں ہے اور تم نے وہی ڈریس پہنا ہے جو تمہیں پسند ہے اور میں اسی میں کمفرٹیبل فیل کرتی ہوں اور یہ بڑے بڑے تھان مجھ سے سنبھل بھی نہیں سکتے اور پلیز تم اس آپ جناب کے مغلیہ دور سے باہر آ جاؤ اور مجھے میڈی کہا کرو میرے تمام فرینڈ اسی نام سے پکارتے ہیں"۔

مدیحہ خان یاد آنے پر ہنستے ہوئے بولی جبکہ وہ مسکرا بھی نہیں سکی اور اس کے ساتھ ہی سیڑھیاں اترنے لگی تو مدیحہ خان جانے کیا سوچ کر قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"لڑکیاں! ایسے زور زور سے نہیں ہنستیں"۔ صوفے پر بیٹھی بی جان کہہ رہی تھیں۔

"کیوں؟ لڑکیوں کے ہنسنے پر بھی کیا یہاں کوئی بل آتا ہے؟"

"بل تو خیر کیا آئے گا دل مردہ ہو جاتے ہیں اور عورت کی آواز تو غیر محرم کے کانوں میں پڑنا ہی نہیں چاہئے کیونکہ......"

"او پلیز گرینڈ ما! میں یہاں چائے پینے آ گئی ہوں آپ کا فضول لیکچر مجھے نہیں سننا اور آپ کا زیادہ ہی دل کر رہا ہے بھاشن دینے کا تو یہ پوری فوج ہے آپ کے سامنے مجھے تو معاف ہی رکھیے"۔ مدیحہ خان نے آیا ماں کو چائے لانے کا کہا اور اٹھ گئی۔

☆

"بی جان! یہ تو بہت خوبصورت ہے"۔ مائرہ خان کی نگاہ میں واضح ستائش تھی۔

"تمہیں پسند ہے تو تم لے لو"۔

"نہیں بی جان! آپ نے یہ شاہ بجو کے لئے بنایا ہے انہیں ہی دے دیں"۔ وہ ایک بلیو کلر کا سوٹ تھا جس پر وائٹ دھاگے سے کام بنا ہوا تھا اور وہ آج سے کچھ سالوں پہلے بی جان نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا۔

"بڑی بہو! تیاریاں تو مکمل ہو ہی چکی ہیں کسی چیز کی کمی تو نہیں ہے"۔

"بس بی جان عروسی جوڑے رہ گئے ہیں اور میں سوچ رہی تھی آج جا کر لے آئیں گے دو دن بعد تو مایوں ہے"۔

"یہ ریڈ والا جوڑا ولید کی دلہن (سائرہ خان) اور یہ آتشی عمر کی دلہن (ثناء خان) کے لئے ہے"۔ بی جان نے بڑے سے بکس میں سے دو خوبصورت عروسی لباس نکالے تھے دونوں لہنگے خوب بھرے ہوئے تھے۔

"میری دلہن تو رہ گئی بی جان!" وحید خان نے دہائی دی تھی۔

"ہمیں معلوم تھا تجھ سے بالکل صبر نہیں ہو گا مگر شرم تو نہیں آتی یوں منہ کھول کر کہتے"۔ بی جان نے اس کا کان پکڑ کر کھینچا تھا اور رابعہ اُسے گھورنے لگیں تھیں جبکہ مائرہ خان اور فرزل خان مسکرانے لگے تھے۔

"واؤ! بی جان یہ تو ان سب میں حسین ہے"۔ وحید خان نے میرون لہنگا دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"مگر بی جان! آپ نے یہ اتنے لہنگے کب جمع کیے؟"

"تم آم کھاؤ پیڑ گننے کی کوشش نہ کرو"۔ رابعہ خان کے کہنے پر وہ مسکراتے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔ ولید کی سائرہ اور عمر کی ثناء سے آپس میں ہی شادیاں ہو رہی تھیں جبکہ

وحید خان کے لئے بی جان نے رابعہ خان کی بھانجی ثمینہ اعجاز کو منتخب کیا تھا جس نے B.Com کیا تھا۔

"تم کیا سوچنے لگیں؟ مراقبے سے باہر آ جاؤ"۔ فرزل خان نے مائرہ خان کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی تھی۔

"میں سوچ رہی تھی کہ میں وحید لالہ کی برات میں کیا پہنوں گی میں نے تو صرف 3 سوٹ بنائے ہیں"۔

"زیادہ مت سوچو ننھا سا جو دماغ ہے کہیں وہ بھی ضائع نہ ہو جائے"۔ احمد خان نے اپنے مخصوص انداز میں انٹری دی تھی۔

"اے مسٹر! میری ننھی سی بہن کو تنگ نہیں کیا کرو کسی دن غصہ آ گیا تو حوالات میں نظر آؤ گے"۔

"برخوردار! اپنی وردی کا دکھاوا ہمارے ننھے بھتیجے کو نہ دیا کرو کہیں ہمیں غصہ آ گیا تو......" رابعہ خان بالکل اسی کے انداز میں شرارت سے کہنے لگیں تو بی جان کے چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"چلو گڑیا! یہاں تو اپنی دال گلنے والی نہیں ہے اس لئے تمہیں شاپنگ کروا لاتا ہوں"۔ فرزل خان کھڑا ہو گیا تھا۔

"فرزل! تم مائرہ کو لے جا رہے ہو مدیحہ کو بھی ساتھ لے جاؤ وہ بھی شادی میں پہننے کے لئے کچھ کپڑے لے لے گی"۔ وہ انکار کرنا چاہتا تھا مگر جب بی جان نے بھی بہو کا ساتھ دیا تو وہ مائرہ کو جلدی آنے کا کہہ کر باہر نکل گیا۔

"مائرہ! پلیز انہیں جلدی بلا لو میں لیٹ ہو رہا ہوں"۔ وہ لوگ دس منٹ سے مدیحہ خان کا انتظار کر رہے تھے فرزل خان کے کہنے پر وہ جانے لگی تبھی اُسے مدیحہ خان آتی دکھائی دی تھی بالوں کی پونی ٹیل بنائے آنکھوں پر سن گلاسز اور بلیک ٹراؤزر اور گرین سلیولیس شارٹ شرٹ پہنے وہ ہائی ہیل سے ٹھک ٹھک کرتی گاڑی کی جانب قدم بڑھا رہی تھی فرزل خان کے ماتھے پر شکنوں کا جال سا بن گیا تھا اور آنکھوں میں واضح ناگواری تھی مگر وہ جانتا تھا اس کو کچھ بھی کہنا فضول ہے اس لئے وہ کچھ نہ بولا مگر بلیک کاٹن کے شلوار قمیض کے ساتھ کاندھوں پر ڈالی اجرک خاموشی سے مائرہ خان کی جانب بڑھا دی تھی اور گھوم کے آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور خلاف توقع مدیحہ خان نے بھی خاموشی سے چادر لے کر کاندھوں پر پھیلا لی تھی اور ان دونوں نے سکون کا سانس لیا تھا۔

"اوئے افیدے یار اُدھر دیکھ کیا قیامت چیز ہے"۔ گھٹیا انداز گفتگو پر فرزل خان نے جھکا ہوا سر اٹھا کر ان دونوں لڑکوں کی نگاہ کے تعاقب میں نظر دوڑائی تھی اور تبھی اس کی نگاہ اس پر پڑی تو فرزل خان کو اپنا خون شریانوں میں جمتا ہوا محسوس ہوا تھا مائرہ خان چوڑیاں دیکھ رہی تھی اور اس کے نزدیک کھڑی مدیحہ خان بے دلی سے اِدھر اُدھر نگاہ گھما رہی تھی اور لاپروائی سے ایک کاندھے پر پڑی اجرک آدھی سے زیادہ زمین پر جھول رہی تھی۔ اس نے کچھ قدموں کی دوری کو ایک ہی جست میں طے کیا تھا۔

"یہ کپڑے کا ٹکڑا زمین پر جھولنے کے لئے نہیں ہوتا مگر تم جیسی لڑکیاں کبھی اس کی اہمیت سمجھ نہیں پاتیں"۔ فرزل خان اس کے کان کے نزدیک چبا چبا کر بولا اور مائرہ خان کو چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ چوڑیاں پسند کی ہوئی واپس رکھ کر پلٹ گئی۔

"واٹ ڈو یو مین؟" مدیحہ خان کا انداز نا سمجھی لئے ہوئے تھا۔ فرزل خان نے اُسے بازو سے پکڑ کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لا پٹخا۔

"لالہ!"۔

"گاڑی میں بیٹھو"۔ فرزل خان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے اس کے لئے فرنٹ ڈور کھول دیا تو وہ بھی بیٹھ گئی۔

"تم خود کو کیا سمجھتے ہو؟ ایسی کیا قیامت آ گئی تھی کہ تم......"

"شٹ اپ، جسٹ شٹ اپ! تمہیں خود کو ایکسپوز کرنے کا بہت شوق ہے یہ جانے بغیر کہ لوگ تمہیں کن نظروں سے دیکھتے ہیں اور تمہارے بارے میں کیسے کمنٹس پاس کرتے ہیں"۔ اس کے لہجے میں شعلوں کی سی آنچ تھی غصے سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

”تمہیں اس سے کیا؟ میں کچھ بھی کروں' کیسے بھی کپڑے پہنوں؟“

”محترمہ! آپ کا تعلق شریف خاندان سے ہے اور عزت دار گھرانے کی بہن بیٹیاں دوسروں کو دعوت نظارہ نہیں دیتی پھرتیں“۔

”تم نچلے طبقے کے خاندان سے تعلق رکھنے والے وہی ایک عام سے شخص ہو جو خود تو کہیں بھی منہ مارتا پھرتا ہے اور جہاں تمہارے گھر کی عورت پر کسی کی نگاہ بھی پڑی تو تم خود غصے سے پاگل ہو جاتے ہو۔ مگر یاد رکھو فرزل خان میں مائرہ یا سائرہ نہیں ہوں جس پر تم حکم چلا کر اپنی مردانگی کی تسکین کر سکتے ہو۔ میں مدیحہ خان ہوں اور میرے معاملے میں کچھ بھی کہنے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے“۔ وہ بہت غصے میں کہہ رہی تھی۔ فرزل خان بہت مشکل سے خود پر کنٹرول رکھے ہوئے تھا کہ گاڑی ایک جھٹکے سے حویلی کے سامنے رکی تھی۔

”تم کچھ بھولے جا رہے ہو فرزل خان“۔ زوردار آواز کے ساتھ ڈرائیونگ ڈور بند کرتا وہ تیزی سے وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا مگر مدیحہ خان نے تیر کی تیزی سے اس کے سامنے آ کر کہتے ہوئے اجرک اس کے قدموں میں ڈال دی تھی اور جیسے ہی مڑی اس کی کلائی فرزل خان کی گرفت میں آ گئی۔

”تم ویسے تو بہت مذہب کی بات کرتے ہو ایک غیر لڑکی کی کلائی تھامنے کا کیا تمہارے مذہب نے تمہیں حق دیا ہے؟ کہنا' دہائی دینا اور عمل کرنا دونوں ڈیفرنٹ چیزیں ہیں اور تم خود کے لئے کچھ اور اپنی اس بہن کے لئے کچھ اور پیمانہ رکھتے ہو جیسے تم نے میرا ہاتھ تھاما ہے اگر کوئی اس کا ہاتھ تھامے گا تو وہ تمہیں بُرا.....!“

”چٹاخ!“

”یو باسٹرڈ! تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ پر ہاتھ اُٹھانے کی“۔ مدیحہ خان اپنے گال پر ہاتھ رکھے چیخی اور اس نے فرزل خان پر ہاتھ اٹھا لیا مگر بہتی آنکھوں اور خوف سے تماشہ دیکھتی مائرہ خان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ عائشہ خان جو گاڑی کی آواز سن کر باہر آ گئی تھیں ششدر سی کھڑی تھیں۔ مدیحہ خان تن فن کرتی وہاں سے نکلی اور چند ہی لمحوں بعد اس کی واپسی ہوئی تھی اپنے سامان کے ہمراہ۔ عائشہ خان جو بیٹے سے اس سب کی وجہ پوچھ رہی تھیں ایک دم ہی حیران و پریشان رہ گئیں۔

”فرزل! اسے روکو بی جان کو پتہ چلے گا تو بہت دکھی ہوں گی“۔

”ان کی حرکتیں دیکھ کر جتنی دکھی ہیں کم از کم اس سے تو کم ہی ہوں گی“۔ عائشہ خان نے بیٹے کو گھور کر دیکھا اور اُسے روکنے کو آگے بڑھیں۔

”فرزل کی طرف سے میں تم سے معافی......!“

”ماں! آپ کیوں معافی مانگیں گی جاتی ہیں تو جائیں یہاں کسے پرواہ ہے“۔ فرزل خان کا غصہ بڑھنے لگا تھا۔

”پلیز فرزل بیٹا! بی جان کی خاطر سوری کر لو“

”آئی ایم سوری“۔ فرزل خان نے زندگی میں پہلی دفعہ کسی کو سوری کہی تھی وہ بھی اس صورت میں جب وہ غلطی پر نہیں تھا۔ وہ غصے سے گھر سے ہی نکل گیا تھا اور مدیحہ خان مسرور سی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی اور بیڈ پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھتے ہوئے اپنی فرینڈ زرتاشہ کو کال ملانے لگی تھی اس کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

☆......☆......☆......☆

”آپ نے سوچا بھی کیسے کہ میں یہ کپڑے پہنوں گی؟ رکھیں اپنے یہ کپڑے اپنے پاس' کسی غریب کو دیجیے کے کام آ جائیں گے مدیحہ خان کو کپڑوں کی کمی نہیں ہے اور ایک بات یاد رکھیں کہ میں یہاں صرف ڈیڈ کے مجبور کرنے پر آئی ہوں خود کو بدلنے نہیں اور بدلنے کی ویسے بھی مجھے نہیں آپ لوگوں کو ضرورت ہے' دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے اور آپ لوگ اب تک اٹھارہویں صدی میں ہی جی رہے ہیں“۔ مدیحہ خان نے رابعہ خان کے دیئے کپڑے بے دردی سے پھینک دیئے اور نخوت سے گویا ہوئی۔

”ترقی کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اپنی روایات بھول کر مغرب کے رنگ میں رنگ جائیں“۔ بی جان کہہ رہی تھیں۔

”اگر آپ لوگوں کو میری ڈریسنگ مغربی لگتی ہے تو مجھے بھی آپ لوگوں کے تھیلے اور ٹینٹ (ڈھیلے کپڑوں اور دوپٹے کی طرف اشارہ تھا) ایک آنکھ نہیں بھاتے اور اس لئے بہتر ہے کہ آپ لوگ اپنی مرضی سے اور مجھے میری مرضی سے جینے دیں' اپنی مرضی زبردستی مجھ پر ٹھونسنے کی کوشش نہ کریں“۔ وہ پیر پٹختی ہوئی بی جان کے روم سے نکلتی چلی گئی تھی۔

”بڑی بہو! ہم آپ سے معا.....“

”نہیں بی جان!“ رابعہ خان نے فوراً اُن کی بات کاٹی اور بیڈ پر ان کے برابر بیٹھ گئیں۔

”مجھے شرمندہ نہ کریں معافی تو مجھے مانگنی چاہیے۔ میں مدیحہ کو یہ سوٹ دیتی اور نہ ہی وہ آپ سے بدتمیزی کرتی“۔

”کمال کو ہم کبھی معاف نہیں کریں گے بیٹیوں کی پرورش کیا ایسے ہوتی ہے بڑے چھوٹے کا تو کوئی لحاظ ہی نہیں اور کپڑے ایسے پہنتی ہے کہ شرمندگی سے آنکھیں جھک جائیں' ہم کتنا خوش تھے کہ کمال خود نہیں تو چلو بیٹی کو بھیج رہا ہے اب سوچتے ہیں وہ نہ ہی بھیجتا تو اچھا تھا“۔ بی جان کی آواز میں لرزش تھی اور آنسو اُن کے ضعیف چہرے کو بھگو رہے تھے اس وقت وہ بہت زیادہ بوڑھی محسوس ہو رہی تھیں۔

”بی جان! بچے تو وہی سیکھتے ہیں جو انہیں سکھایا جاتا ہے مدیحہ کو کمال بھائی نے جس طرح کا ماحول دیا ہے وہ ویسی ہی ہے اور 20 سال میں جو اس نے سیکھا ہے وہ 20 دنوں میں تو اُسے فراموش نہیں کر سکتی' ابھی وہ یہاں ہے اور جب یہاں سے جائے گی تو زیادہ نہیں تھوڑی بہت بہتری آ ہی جائے گی اور اس کے لئے ہمیں اس کے طرز عمل کو برداشت کرنا پڑے گا' اب آپ اُٹھ کر نماز پڑھ لیں' میں انتظامات دیکھ لوں' ابھی کچھ دیر میں ہمارے مہمان آنا شروع ہو جائیں گے“۔ رابعہ خان اب بھی مایوس نہیں ہوئی تھیں۔ بی جان نے جائے نماز بچھائی تو وہ اُن کے کمرے سے باہر آ گئیں۔

............☆............

”بی جان! ابھی مدیحہ بی بی تیار نہیں ہوئیں“۔ آیا ماں نے اطلاع دی تھی۔

”مائرہ بیٹے! آپ جا کر بہن کو بلا لو اور ثناء اور سائرہ کو رسم کے لئے لے آؤ مہمان کب سے بچیوں کا انتظار کر رہے ہیں“۔ بی جان کے کہنے پر مائرہ نے پہلے مدیحہ کو جلدی آنے کا کہا اور ثناء و مائرہ کو سرخ آنچل کے سائے میں فرینڈز کے ہمراہ لے کر پنڈال کی جانب بڑھنے لگی۔ چار لڑکیوں نے دوپٹے کے کونے پکڑے ہوئے تھے۔ مائرہ' سائرہ کو اور مدیحہ نے ثناء کو تھاما ہوا تھا۔ اسٹیج پر ان دونوں کو بٹھانے کے بعد فرزل خان اور عمر خان کی ہمراہی میں ولید خان اور احمر خان اسٹیج پر آ کر بیٹھ گئے تو بی جان نے رسم کا باقاعدہ آغاز کیا۔ وحید خان ان خوبصورت مناظر کو کیمرے میں قید کرنے لگا' مائرہ نے احمر خان کے ہاتھ پر مہندی لگائی اور احمر خان نے اپنی اکلوتی سالی کو مہندی لگائی کے پورے 5 ہزار روپے تو وہ خوشی خوشی سائیڈ میں ہو گئی اور ثناء خان کی طرف سے مدیحہ خان نے ولید کو مہندی لگانے کے لئے کہا تو مدیحہ خان بُرے بُرے منہ بنانے لگی۔

”اوہ نو! میں یہ مہندی شہندی نہیں لگا سکتی مجھے اپنے ہاتھ خراب کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے“۔ مدیحہ خان کے ناک چڑھا کر کہنے پر جہاں باقی سب دکھی ہوئے تھے اسٹیج کی بائیں جانب کھڑے فرزل خان کو اشتعال نے آ گھیرا اس نے نگاہیں اٹھا کر مدیحہ خان کو دیکھا جس نے بلیک کلر کے لانگ اسکرٹ کے ساتھ یلو رنگ کی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ ڈارک براؤن لپ اسٹک سے سجے ہونٹ اور تیز آئی شیڈو اور مسکارا سے مزین آنکھیں اور لمبے بال پونی میں قید تھے۔ وہ بلاشبہ بہت حسین لگ رہی تھی اور عام دنوں کی نسبت اس کی ڈریسنگ بھی ڈھنگ کی تھی مگر فرزل خان نے اس کی خوبصورتی محسوس کرنے کے بجائے ایک تیز نگاہ اس پر ڈالی تھی' مدیحہ خان کے صاف انکار پر ولید خان کے

بھی مہندی مائرہ خان نے لگائی۔ رسم ابھی ختم نہیں ہوئی تھی مگر مدیحہ خان کو بغیر میوزک اور ڈانس کے سادہ سی رسم میں مزہ نہیں آ رہا تھا وہ آنکھ بچا کر اپنے روم کی جانب بڑھ گئی۔

"آپا! ایک کپ کافی میرے کمرے میں بھجوا دو اور اب مجھے ڈسٹرب مت کرنا یہ بورنگ پارٹیز مدیحہ خان کو اپیل نہیں کرتیں"۔ مدیحہ خان کچن سے نکلتی آپا ماں کو دیکھ کر پل بھر کو رکی اور حکم نامہ جاری کر کے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ کمرے میں آ کر وہ دھم سے بیڈ پر گری تھی الماری میں کچھ ڈھونڈتا فرزل خان چونکا تھا اس نے فائلز نکال کر الماری بند کی آواز پر مدیحہ خان نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"تم! تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے کمرے میں بنا اجازت کے آنے کی؟" مدیحہ خان اس کے سر پر کھڑی چیخ رہی تھی۔

"میں یہ فائلز لینے کے لئے آیا تھا اور تم نیچے تھیں اس لئے اجازت طلب نہیں کی"۔ وہ عجلت میں لگ رہا تھا۔

"میں خوب سمجھتی ہوں فرزل خان! جب تم نے مجھے یہاں آتے دیکھا تو تم بھی آ گئے یہ فائلز تو محض بہانہ ہے سب لوگ نیچے مگن ہیں اس لئے تم چھپ کر غلط ارادے......"

"چٹاخ!" فرزل خان کے تھپڑ نے اسے باقی لفظ ادا نہیں کرنے دیئے تھے۔

"تمہیں خود پر بہت غرور ہے نا مگر ابھی فرزل خان کا ٹیسٹ اتنا خراب نہیں ہوا کہ تم جیسی لڑکیوں سے ملنے کے لئے تنہائی کے بہانے ڈھونڈے گا اور تم نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے؟ میں نے کب تم پر کوئی اچھی یا بری نگاہ ڈالی ہے جو تم نے مجھ پر اتنا گھٹیا الزام لگایا ہے میں یہاں یہ فائل لینے آیا تھا نا کہ اپنی ہوس......" فرزل خان نے ایک جھٹکے سے اُس کا بازو اپنی گرفت سے آزاد کیا اور راستے میں موجود ہر شے کو ٹھوکر مارتا گزرتا چلا گیا۔

"فرزل! اتنے غصہ میں کہاں جا رہے ہو؟"

"بابا! ڈی آئی جی صاحب کی کال تھی مجھے فوراً پولیس اسٹیشن پہنچنے کو کہا ہے میں کراچی جا رہا ہوں آپ لوگ پریشان مت ہوئیے گا"۔ بازل خان سے عجلت میں کہتا وہ آگے بڑھ گیا۔

☆......☆......☆......☆

"ویل ڈن! ایس پی فرزل خان! مجھے یقین تھا تم اس گینگ کو پکڑنے میں کامیاب ہو جاؤ گے"۔ ڈی آئی جی نے فرزل خان کا کاندھا تھپتھپایا تھا جبھی اُن کی نگاہ فرزل خان کے بازو سے نکلتے خون پر پڑی۔

"تم خود سے بہت لاپرواہ ہو فرزل خان! اور تمہاری یہ لاپرواہی خود تمہارے اور ملک کے لئے بھی نقصان دہ ہے۔ اس ملک کو تمہارے جیسے جانثاروں کی اشد ضرورت ہے اپنا خیال رکھا کرو"۔ ڈی آئی جی صاحب دھیرے سے مسکرائے تھے فرزل خان پھیکی سی ہنسی ہنستا سیلوٹ کر کے گاڑی میں آ بیٹھا اور پوری رات وہ خود ہی گاڑی دوڑاتا رہا بازو سے نکلتا خون خود ہی خشک ہو گیا تو فجر کے وقت کہیں جا کر اُس نے گھر میں قدم رکھا وہ گیسٹ روم کی جانب بڑھ رہا تھا مگر عائشہ خان کی آواز پر اسے رُک جانا پڑا۔

"اتنی دیر کر دی بیٹا! سب خیریت تو رہی؟"

"جی ماں!"

"کھانا لاؤں؟ جانتی ہوں رات سے تو نے کچھ نہیں کھایا ہوگا"۔

"مجھے بھوک نہیں ہے تھک گیا ہوں اس وقت سونا چاہتا ہوں آپ کو تکلیف نہ ہو تو ایک کپ چائے اور ساتھ میں سر درد کی گولی دے دیں"۔ وہ شاور لے کر نکلا تو عائشہ خان کو اپنا منتظر پایا۔

"آپ نے کیوں تکلیف کی آپا ماں کے ہاتھ بھیج دیتیں"۔ تاول اسٹینڈ پر ڈالتے ہوئے شرٹ اٹھا کر پہننے لگا تھا۔

"فرزل! کتنا گہرا زخم ہے بیٹا اور تو نے ڈاکٹر کو دکھایا تک نہیں"۔ عائشہ خان اُس کے بازو کو دیکھ رہی تھیں۔

"کچھ خاص نہیں ہے ماں! گولی چھو کر گزر گئی تھی"۔

"تو اپنی انہی بے پرواہیوں کی وجہ سے مجھ سے بچے گا کسی دن اپنی حالت دیکھی ہے بخار میں جل رہا ہے کیوں میری جان لینے پر تلا ہوا ہے بیٹا! تجھے کچھ ہو گیا تو کیسے جی پاؤں گی تو ہی تو میرے جینے کا سہارا ہے"۔ عائشہ خان روتی ہوئی دوڑ کر ولید خان کو بلا لائی تھیں۔

"آپ بھی نا ماں! فضول میں ولید کو پریشان کر دیا"۔ نیند میں سے اٹھ کر آئے ولید خان کو دیکھ کر وہ شرمندہ ہو گیا۔ ولید خان نے اُس کی بینڈیج کی اور انجکشن لگا کر آرام کرنے کا کہہ گیا۔ عائشہ خان نے زبردستی اُس کو دو سلائس کھلا کر دوا کھلائی اور جب تک اُس کے سرہانے بیٹھی رہیں جب تک وہ سو نہیں گیا۔ شام میں وحید خان کی اُبٹن کی رسم کرنے اُس کے سسرال جانا تھا مگر اس نے انکار کر دیا اور کسلمندی سے بستر پر پڑا رہا۔ سب کو گئے کوئی دو گھنٹے ہو گئے تھے۔ لاؤنج میں آ کر اس نے ٹی وی آن کیا وہ سرچنگ کر رہا تھا جبھی ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ ٹس سے مس بیٹھا رہا مگر دوسری جانب کے شخص کی مستقل مزاجی سے تنگ آ کر اس نے اٹھ کر بیزاری سے فون اٹھا لیا۔

"ہیلو!" لہجے میں واضح ناگواری تھی۔

"دھمکی کسی اور کو دینا اعجاز ہمدانی! تم تو بس اپنی فکر کرو۔ تم اگر ملک سے باہر نہ ہوتے تو آج اپنے بیٹے اور ساتھیوں کے ساتھ حوالات میں ہوتے۔ مگر تم زیادہ دن مجھ سے بچ نہیں پاؤ گے"۔ فرزل خان نے غصے سے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا تھا۔ اعجاز ہمدانی بہت وسیع پیمانے پر اسمگلنگ کا کاروبار کرتا تھا اور کل رات پولیس نے اس کے تمام خفیہ اڈوں پر چھاپہ مارا تھا اور اعجاز ہمدانی نے اُسے دھمکانے کے لئے فون کیا تھا وہ اپنے بیٹے کو بچانے کے لئے کسی بھی حد تک جا سکتا تھا جبکہ فرزل خان نے بھی کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں وہ خود بھی اعجاز ہمدانی کی واپسی کا منتظر تھا کیونکہ جب تک گینگ کا سرغنہ نہیں پکڑا جاتا اُس کی کامیابی ادھوری تھی اور اُسے مکمل کامیابی چاہیے تھی۔

☆......☆......☆......☆

"میڈی! کتنی دیر کر دی تم نے سب لوگ چلے بھی گئے"۔

"اب ہم کیسے جائیں گے؟" مدیحہ خان ساڑھی کی فال درست کرتی اس سے مخاطب ہوئی تھی آج وحید خان کی برات تھی اس نے بلیک کلر کی ساڑھی پہنی تھی جس پر اورنج کلر سے دیدہ زیب کام بنا ہوا تھا اُس کا لانبا قد ساڑھی میں نمایاں ہو رہا تھا ساڑھی کی میچنگ کی جیولری اور سلیقے سے کیے میک اپ نے اُس کے حسن کو دو آتشہ بنا دیا تھا اُس کے برعکس مائرہ خان نے بلیو کلر کا شیفون کا سوٹ پہنا ہوا تھا اور نیچرل میک اپ میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"ہم دونوں فرزل لالہ! کے ساتھ جائیں گے جب سب چلے گئے تو میں نے لالہ سے کہہ دیا کہ وہ جاتے وقت مجھے بھی لے جائیں"۔ اس سے پہلے مدیحہ خان کچھ کہتی اُنہیں سامنے سے فرزل خان آتا دکھائی دیا۔

"مائرہ! جلدی گاڑی میں بیٹھو ہم پہلے ہی بہت لیٹ ہو چکے ہیں"۔ مدیحہ خان جانے سے ہی انکاری ہو گئی تھی مگر مائرہ خان کے فورس کرنے پر جھنجلاتے ہوئے بیٹھ گئی کیونکہ گھر کو لاک کیا جا چکا تھا اور وہ جب تک سڑک پر تو بیٹھ نہیں سکتی تھی ہال کے سامنے جیسے ہی گاڑی رکی مدیحہ خان دروازہ کھول کر فوراً ہی باہر آ گئی تھی اُس نے قدم آگے بڑھانے مگر اُسے رُک جانا پڑا اُس کی ساڑھی کا پلو گیٹ میں دوبارہ گیا تھا اس نے آگے بڑھ کر نکالنا چاہا جو نکل ہی نہیں رہا تھا مائرہ نے بھی کوشش کر دیکھی مگر جب وہ نہیں نکلا تو مدیحہ خان نے زور لگا کر کھینچا اور پلو کا ایک کونا وہیں دبا رہ گیا۔

"آرام سے بھی نکال سکتی تھیں اتنی قیمتی ساڑھی برباد کر دی"۔ مائرہ خان نے افسوس کا اظہار کیا تھا۔

"فارگیٹ اٹ یار!" مدیحہ خان کو جیسے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"میڈی! ساڑھی کا پلو درست کرو تمہاری کمر......" مائرہ خان آگے کچھ کہہ نہیں سکی تھی جبکہ وہ ہنستی چلی گئی تھی۔

"مائرہ! تم بھی نا حد کرتی ہو"۔ اس نے مذاق اُڑایا تھا۔

"پلیز میڈی!" مدیحہ خان نے پلو درست کیا تو مائرہ

خان کے ساتھ ساتھ اُن کے پیچھے آتے فرزل خان نے بھی سکون کا سانس لیا تھا اور وہ آگے پیچھے ہال میں داخل ہو گئے تھے۔

☆......☆......☆......☆

"بی جان! آپ کا حکم سر آنکھوں پر گر آپ مجھ سے کچھ اور طلب کرتیں تو میں ایک پل نہ لگاتا مگر یہ بہت مشکل ہے"۔ فرزل خان نے پہلی دفعہ بی جان کی کسی بات سے انکار کیا تھا اور ایسا کرتے ہوئے شرمندہ تھا۔

"فرزل! بی جان کی حکم عدولی کرنے کا تمہارے دل میں خیال بھی کیسے آیا اور مدیحہ میں آخر خرابی کیا ہے' مانا وہ کچھ آزاد خیال ہے مگر ساری عمر تو ایسی نہیں رہے گی اور اب میں انکار نہ سنوں' تمہاری شادی مدیحہ خان سے ہی ہو گی"۔ عائشہ خان نے فیصلہ سنایا تھا۔

"نہیں عائشہ! فرزل کے ساتھ کوئی زبردستی نہیں ہے' ہم نے باقی بچوں کی شادی اُن کی مرضی جاننے کے بعد کی ہے تو فرزل کو بھی پورا حق حاصل ہے"۔ بی جان نے بیٹی کو سرزنش کر کے فیصلہ فرزل خان پر چھوڑ دیا تھا۔

"ایسے نہ کہیں بی جان! میری زندگی کے تمام فیصلے کرنے کا حق صرف آپ کو اور ماں کو حاصل ہے اور میں آپ کی کسی بات سے انکار نہیں کر رہا بی جان!"

"اور انکار کرنا کسے کہتے ہیں؟" عائشہ خان رہ نہیں سکی تھیں۔

"آپ مجھے سمجھنے کی کوشش کریں ماں! آپ لوگ میری شادی کسی سے بھی طے کر دیں میں آپ کے ہر حکم پر سر جھکا دوں گا لیکن میں مدیحہ خان سے شادی نہیں کر سکتا' میں یہ نہیں کہہ رہا کہ اس میں کوئی خرابی ہے مگر اس کی اور میری سوچ نہیں ملتی' میں اس کے ساتھ کبھی ایڈجسٹ نہیں کر پاؤں گا"۔ فرزل خان سنجیدگی سے اپنی بات مکمل کر کے وہاں ٹھہرا نہیں تھا۔

"بی جان! آپ فکر نہ کریں میں فرزل سے بات کروں گی"۔

"عائشہ بیٹا! اس کی ضرورت نہیں ہے جب وہ چاہتا ہی نہیں ہے تو زبردستی کرنے کا فائدہ"۔ بی جان آزردہ ہو گئیں تھیں۔

"بی جان! آپ مدیحہ کو اس گھر کی بہو بنانا چاہتی ہیں اور اس کے لئے ضروری تو نہیں وہ فرزل کے حوالے سے اس گھر میں آئے' ہم عمر کے ساتھ بھی تو اس کی شادی کر سکتے ہیں"۔ کب سے خاموش بیٹھی ثمینہ خان نے اپنا مدعا بیان کیا تھا۔

"ایسا ممکن تو ہے چھوٹی بہو! مگر ہم اپنی پوتی کو بار بار بے عزت نہیں کروانا چاہتے"۔

"بی جان ٹھیک کہہ رہی ہیں ثمینہ! اور یہ تو سوچو کیا عمر راضی ہو جائے گا"۔ راحلہ خان نے بھی اُلجھن ظاہر کی تھی۔

"فرزل کے انکار کی وجہ کچھ اور ہے آپی! فرزل کی اور مدیحہ کی کبھی بنی ہی نہیں اور فرزل کچھ غصے کا بھی تیز ہے' کتنی دفعہ تو دونوں آپس میں جھگڑ چکے ہیں' میں عمر سے بات کرتی ہوں' مجھے یقین ہے وہ انکار نہیں کرے گا"۔ ثمینہ خان کے لہجے میں ایک ماں کا مان بول رہا تھا' جب بی جان نے اثبات میں سر ہلا دیا تو ثمینہ خان نے اُٹھ کر عمر خان کے روم کا رُخ کیا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں امی جان!" ماں کی بات نے عمر خان پر کوئی قیامت ڈھائی تھی اور عمر خان کے کمرے میں آتا فرزل خان دروازے پر ہی رُک گیا یہ جاننے کے لئے کہ آخر بات کیا ہے۔

"کوئی بہت مشکل بات تو نہیں کہی' ہم سب نے مشترکہ طور پر مدیحہ کو اس گھر کی بہو بنانے کا فیصلہ کیا ہے"۔ انہوں نے کہا تھا۔

"امی جان! آپ لوگ فیصلہ کر ہی چکے ہیں تو فرزل لالہ سے مدیحہ کی شادی کر دیں"۔

"ہم نے آپ سے مشورہ نہیں مانگا اور جب فرزل سے شادی ہو سکتی ہے تو آپ سے کیوں نہیں؟"

"امی جان! ایسا میں نے آپ لوگوں کی خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا ہے اور جہاں تک میری شادی کی بات ہے تو میں مائرہ خان سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور ایسا تو آپ بھی چاہتی تھیں پھر اچانک یہ مدیحہ خان کیسے بیچ میں آ گئی"۔ عمر خان نے بلا جھجک اپنے دل کی بات بتا دی تھی' وہ خاموش رہ کر اپنی محبت کھونا نہیں چاہتا تھا۔

"ہم بی جان کو زبان دے چکے ہیں اور ہم آپ پر اتنا تو حق رکھتے ہیں اور ہمیں یقین ہے آپ ہمارے فیصلے کی لاج رکھیں گے"۔ فرزل خان ثمینہ خان کے باہر آنے سے پہلے اپنے سن ہوتے دماغ کے ساتھ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ جس کی زندگی کے اہم فیصلے کئے جا رہے تھے وہ اس سب سے انجان واپسی کی تیاری میں مگن تھی۔

☆......☆......☆......☆

"بی جان! انکار کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' بائیس سالوں میں پہلی مرتبہ آپ نے میرے گھر کی دہلیز پار کی ہے اور مجھ سے کچھ مانگا ہے' میں نے ہمیشہ آپ کو مایوس کیا ہے مگر اس بار نہیں' آپ جب چاہیں بارات لے کر آ سکتی ہیں"۔ کمال خان ماں کے ہاتھ تھامے بھیگے لہجے میں کہہ رہے تھے' بی جان کی تشکر کے مارے آنکھیں چھلک پڑیں۔

"کاکی! تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے' ہماری پھول سی نرم و نازک بیٹی اس بوسیدہ حویلی میں کیسے رہ پائے گی؟"

"فیصلہ ہو چکا ہے' سیڈی کو بلا کر بتا دو' اس دفعہ میں اپنی ماں کو خالی ہاتھ نہیں لوٹا سکتا"۔ کمال خان پر کسی بات کا اثر نہیں ہوا تھا اور بی جان تو صرف رشتہ کرنے آئی تھیں مگر بیٹے کی بات سنتے ہی انہوں نے قاضی کو بھی بلا لیا تھا اور یہ اتنا اچانک تھا کہ ہانیہ خان کچھ نہیں کر پا رہی تھیں۔

"کاکی! تم تو ایسے بی ہیو کر رہے ہو جیسے ہماری بیٹی کو رشتوں کی کمی ہے اور سیڈی کسی صورت راضی نہیں ہو گی"۔

"ڈیڈا آپ نے مجھے بلایا تھا؟" مدیحہ خان نے باہر سے جھانکا تو کمال خان نے اثبات میں سر ہلا کر اندر آنے کو کہہ دیا۔

"واٹ......؟ ڈیڈا آپ نے سوچا بھی کیسے میں اس پینڈو فرزل خان سے شادی کروں گی' او...... اب بھی یہ پوری فوج آج یہاں کیوں براجمان ہے"۔ وہ تو سنتے ہی ہتھے سے اُکھڑ گئی تھی۔

"دیکھو سیڈی بیٹا! ہم نے زندگی میں کبھی تم سے کچھ نہیں مانگا اور تمہاری ہر خواہش کو بن مانگے پورا کیا ہے' کیا تم اپنے ڈیڈی کی خاطر بھی یہ شادی نہیں کر سکتیں"۔ کمال خان بہت امید سے بیٹی کو دیکھ رہے تھے جانے کیسے اس کا اثبات میں سر ہل گیا۔

"ڈیڈا! جب آپ اپنی ماں کو مایوس نہیں کر سکتے تو میں کیسے آپ کو مایوس کر دوں' لیکن ڈیڈا اُن لوگوں کے اور ہمارے طرزِ زندگی میں بہت فرق ہے' میں ایڈجسٹ نہیں کر پاؤں گی' یہ بات آپ فیصلہ کرنے سے پہلے سوچ لیں' کیونکہ میں خود کو کسی کی خاطر نہیں بدلوں گی"۔ مدیحہ خان اٹل لہجے میں کہتی اُن دونوں کو حیران چھوڑ کر اپنے روم میں آ گئی تھی۔

☆......☆......☆......☆

"یہ ڈریس میں پہنوں گی؟" اس نے آتشی شفون کے قمیض شلوار کو دیکھتے ہوئے سوالیہ انداز میں ماں کو دیکھا تھا۔

"ہاں اور اب ساری زندگی ایسے ہی فضول کپڑے پہننا پڑیں گے' جب تمہیں انکار کا حق حاصل تھا کیا نہیں گیا اب کیوں منہ بنا رہی ہو؟" ہانیہ خان بے زاری سے کہہ رہی تھیں۔ مدیحہ خان نے جھنجلاتے ہوئے نہ چاہتے ہوئے بھی ڈریس پہنا تھا اور اسی وقت مائرہ خان دستک دے کر اس کے روم میں آ گئی اور اس نے مدیحہ خان کے انکار کے باوجود لائٹ سا میک اپ کر دیا۔

"اس ڈریس میں تم بہت حسین لگ رہی ہو"۔ مائرہ خان نے شرارت سے کہتے ہوئے دوپٹہ اُسے اوڑھا دیا وہ کھینچ کر اُتار دینا چاہتی تھی مگر بی جان اور ڈیڈا کے ساتھ آتے قاضی صاحب کو دیکھ کر رُک گئی اور کچھ ہی دیر میں وہ مدیحہ کمال خان سے' مدیحہ فرزل خان بن گئی تھی اپنی تمام تر بے زاری و ناگواری کے باوجود۔

"ڈیڈا! میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی' آپ نے میری زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ اپنی فرمانبرداری کی نذر کر دیا"

اور مجھے بھی جانے کیا ہو گیا تھا۔ ڈیڈ کو انکار ہی نہیں کر سکی اور اپنے سب سے بڑے دشمن سے رشتہ جوڑ لیا مگر تمہیں اپنے فیصلے پر پچھتانے پر مجبور نہ کر دیا فرزل خان تو میرا بھی نام مدیحہ خان نہیں۔ باتیں تو خوب بناتے تھے تو پھر کیوں مجھ جیسی لڑکی سے نکاح پڑھوا لیا"۔ مدیحہ خان زہر خند سوچوں کے درمیان گھری تھی کہ دروازے پر ہوتی دستک پر چونک اٹھی۔

"کم ان!" اس نے اجازت دیتے ہوئے آنسو صاف کئے تھے مگر آنے والی شخصیت کو دیکھ کر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور اس کی شکل دیکھتے ہی کب سے دبا غصہ اُمڈ کر آ گیا تھا۔

"تم...... تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی میرے کمرے میں قدم بھی رکھنے کی؟ ایک منٹ ضائع کئے بغیر یہاں سے چلے جاؤ"۔ فرزل خان نے خاموشی سے اس کی بات سنی اور جھک کر قدموں میں پڑے آنچل کو اٹھا کر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

"مسز فرزل خان! جتنی جلدی اس ردا کی حرمت کا اندازہ کرتے ہوئے اسے اپنے وجود کا حصہ بنا لیں گی آپ کے حق میں بہتر ہو گا"۔ وہ بظاہر نرمی سے کہہ رہا تھا مگر غصہ اس کی آنکھوں میں پنہاں تھا۔ اس نے نکاح بھی مجبوری میں کیا تھا اور یہاں اس کی موجودگی بھی مجبوری کے سوا کچھ نہیں تھی۔

"تو جسٹ شٹ اپ...... مسز فرزل خان! تم کیا سمجھتے ہو مجھ سے نکاح پڑھوا کر تم نے مجھ پر فتح حاصل کر لی ہے اب میں صرف وہی کروں گی جو تم چاہو گے تو یہ تمہاری بھول ہے میری رضامندی کے بعد جو تم نے اُمیدوں کے دیپ روشن کئے ہیں انہیں بجھا ڈالو میں تمہیں کل بھی ناپسند کرتی تھی اور آج بھی کرتی ہوں اب اپنی نصیحتوں کی پٹاری بند کر کے یہاں سے چلے جاؤ یہ شادی میں نے ڈیڈ کی بات کی لاج رکھنے کے لئے کی ہے میں تمہارے عشق و فراق میں مر نہیں رہی تھی جو تمہاری آمد پر خوشی سے پھولے نہ سماؤں"۔ مدیحہ خان نے اس کے ہاتھ سے آنچل لے کر دور پھینک دیا تھا۔ اس کی کب سے بکواس سنتا فرزل خان اس کی اس حرکت پر مشتعل ہو گیا اور اس کا بھاری ہاتھ اس کے سرخ و سپید گال پر نفرت و حقارت کی بساط بچھا گیا۔

"میں اتنی دیر سے خاموش ہوں تو میری خاموشی کو میری کمزوری مت سمجھو ورنہ ہی مجھے وہ کرنے پر مجبور کرو جو میں نہیں کرنا چاہتا تم تو مجھے محض ناپسند کرتی ہو مگر میں...... تم سے شدید نفرت کرتا ہوں ہاں مدیحہ خان! تم سے شادی کرنے کے پیچھے میری کوئی خواہش نہیں سمجھیں؟ یہ صرف بی جان اور ماں کا فیصلہ ہے اور جن لوگوں کی محبت میں میں تم جیسی لڑکی کو بیوی بنا سکتا ہوں تو ان کے احترام اور ان کے فیصلے کی لاج رکھنے کے لئے کسی بھی حد تک جا سکتا ہوں اور اب ایک بات...... تم نے اب تک جو کرنا تھا وہ کر لیا مگر آج سے تم صرف وہی کرو گی جو میں چاہوں گا"۔ وہ بہت مشتعل تھا۔

"بھول رہے ہو فرزل خان! کہ میں ابھی اپنے باپ کے گھر پر ہوں اور تم جن لوگوں کو پچھتاوے سے بچانا چاہتے ہو ابھی کھڑے کھڑے انہیں اپنے گال پر چھپی تمہاری انگلیوں کے نشان دکھا کر نظریں جھکا دینے پر مجبور کر سکتی ہوں"۔ وہ پھنکاری تھی۔

"یو......" وہ غصے سے اس کی جانب بڑھا تو اس نے زبردست قہقہہ لگایا تھا۔

"بس! اتنی ہی اکڑ تھی فرزل خان! تمہارا واسطہ کسی اٹھارہویں صدی کی عورت سے نہیں پڑا میں تمہارے ہر وار کا جواب دینا جانتی ہوں تم مجھے کبھی بھی اپنی مرضی پر نہیں چلا سکو گے"۔ وہ فرزل خان کو چیلنج کر رہی تھی اس کے چہرے پر استہزائیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"ٹھیک ہے مدیحہ خان! تمہارا چیلنج مجھے قبول ہے اور اب دیکھتے ہیں کہ جیت کس کا مقدر بنتی ہے اور کون شکست کھاتا ہے"۔ فرزل خان زوردار آواز کے ساتھ دروازہ بند کر گیا تھا اور مدیحہ خان کنگناتے ہوئے ڈریس چینج کرنے چل دی تھی۔

☆......☆......☆......☆

"میڈی! وہ سامنے ٹیبل پر بیٹھا ہینڈسم کب سے تجھے ہی دیکھے جا رہا ہے"۔ زرتاشہ کے کہنے پر اس نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا فرزل خان پر نگاہ پڑتے ہی اس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلایا تھا۔

"میڈی! تو اس ہینڈسم کو جانتی ہے"۔ سحر کے لہجے میں ستائش تھی۔

"آؤ! تم لوگوں کا تعارف کرواتی ہوں"۔ وہ فرزل خان کی ٹیبل پر جا رکی اور اس کے پیچھے ہی اس کے چاروں فرینڈز بھی آ گئے تھے۔ فرزل خان جانے کے لئے اٹھ گیا تھا اسے اپنی ٹیبل کے سامنے دیکھ کر اس کے ماتھے کی شکنوں میں کہیں زیادہ اضافہ ہو گیا۔

"ہیلو فرزل! یہ میرے فرینڈز سے ملو یہ سحر، زرتاشہ (مائی کلوز فرینڈ) احسن اور یہ ہدیم شاہ ہے اور فرینڈز یہ ہیں مائی چارمنگ ہسبینڈ ایس پی فرزل خان ہیں"۔ مدیحہ خان نے مسکراتے ہوئے تعارف کروایا تھا۔

"میڈی! تم نے شادی کب کی؟" ہدیم بہت بے یقین تھا۔

"کیا...... میری شادی کا جان کر افسوس ہوا ہے کہیں کچھ اور تو نہیں سوچے بیٹھے تھے ایسا تھا تو ذہن سے نکال دو آخر کو میرے ہسبینڈ ایس پی ہیں تمہارے خلاف کوئی ایکشن بھی لے سکتے ہیں"۔ باقی تینوں نے اس کے قہقہہ میں اس کا ساتھ دیا تھا۔ فرزل خان بہت مشکل سے کنٹرول رکھے ہوئے تھا۔

"تم بہت بدتمیز ہو میڈی! اب تک اس لئے چھپائے رکھا تا کہ ٹریٹ نہ دینی پڑ جائے"۔ احسن نے اس کے کاندھے پر بے تکلفی سے ہاتھ رکھتے ہوئے شکوہ کیا تھا۔ باقی سب بھی اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگے تھے۔

"تم لوگوں کو ٹریٹ ہی چاہیے تو فرزل سے مانگو ہم تو خود اب ان کے پابند ہو گئے ہیں"۔ وہ اک ادا سے اس کے غصے سے سرخ پڑتے چہرے پر نگاہ جمائے کہہ رہی تھی۔

"میری طرف سے پارٹی ڈیو رہی مجھے اس وقت جلدی میں کہیں پہنچنا ہے جب تک آپ مدیحہ سے ٹریٹ لے سکتے ہیں میری طرف سے پوری اجازت ہے"۔ فرزل خان نے ایک کٹیلی نگاہ سرخ سلیولیس شارٹ شرٹ اور وائٹ ٹراؤزر میں بے فکری سے بوٹی ہلاتی اور ببل گم چباتی مدیحہ خان پر ڈالی تھی اور ان سب سے ایکسکیوز کر کے آگے بڑھ گیا تھا مدیحہ خان نے فاتحانہ انداز میں اس کی چوڑی پشت کو دیکھا اور چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی اور اس کے بیٹھتے ہی ان لوگوں نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی اور وہ ہنس ہنس کر ان لوگوں کو جواب دیتی رہی بس ایک ہدیم شاہ تھا جو خاموشی سے ان سب کی گفتگو سن رہا تھا۔

☆......☆......☆......☆

"ہے یو...... اندھے ہو تم؟ میری اتنی قیمتی جیکٹ برباد کر دی"۔

"سوری میم!"

"سوری مائی فٹ؟ ایڈیٹ اس کی قیمت جانتے ہو تمہاری سال بھر کی تنخواہ"۔ وہ دھاڑ رہی تھی۔

"معاف کیجئے میڈم! غلطی ہو گئی تھی"۔ ویٹر سن سن کر رہا تھا۔

"غلطی کے بچے......!" طیش میں آ کر مدیحہ خان اپنا ہاتھ چھوڑ چکی تھی۔ غلطی سے گرنے والی کافی نے اس کی جیکٹ داغدار کر دی تھی اور اس نے پورا کافی شاپ ہی سر پر اٹھا لیا تھا کافی شاپ کا مالک بھی سوری کرنے لگا مگر وہ غصے میں کسی کی سن ہی نہیں رہی تھی۔

"آپ دیکھئے میڈم! یہ ابھی صاف ہو جاتی ہے"۔ لیڈی ویٹر منیجر کے کہنے پر آگے بڑھی تھی مدیحہ خان نے جیکٹ اُتار کر اس کے منہ پر دے ماری اور چیخنے لگی۔

"ایڈیٹ! تم ہی رکھو لو مدیحہ خان داغدار چیزیں اپنے پاس نہیں رکھتی میں کبھی چاند کو دیکھ کر جذباتی نہیں ہوئی جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ اس میں داغ ہے تو پھر یہ جیکٹ تو بہت معمولی چیز ہے"۔ مدیحہ خان اس وقت خود پسندی کی حدوں تک پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ سے ویٹر کو پرے دھکیلا اور ہائی ہیل سے ٹھک ٹھک کرتی کافی شاپ کا دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔ ابھی وہ اپنی

مرسڈیز میں بیٹھنے کو تھی کہ کوئی اس سے جان کر ٹکرا گیا اور اس کی خوبصورت نئی شرٹ پر کولڈ ڈرنک اپنی نمی چھوڑ گئی' وہ غصے سے سیدھی ہوئی تو نگاہ فرزل خان پر جا ٹھہری اور اس کے کچھ بولنے سے پہلے فرزل خان بول اُٹھا۔

"او سوری میم! بٹ آپ اس جیکٹ کی طرح اس شرٹ کو بھی اُتار پھینکیں گی' اتنی ہمت اور بے غیرتی ہے آپ میں......"

"یو......"

"میں وہ عام سا ویٹر نہیں ہوں جسے آپ بے عزت کر کے بھرے مجمعے میں طمانچہ دے ماریں گی"۔ فرزل خان نے اس کا ہاتھ جھٹکا تھا اور گھورتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں' اپنی انسلٹ کا بدلہ ضرور لوں گی"۔ مدیحہ خان ڈرائیونگ ڈور کے مرر سے جھانکتے ہوئے بولی تھی۔ فرزل خان اسپیڈ سے گاڑی نکال لے گیا' اور سڑک پر گندے پانی کے چھینٹے اس کی شرٹ کے ساتھ چہرے پر بھی اچھل کر آئے تھے' وہ منہ ہی منہ میں اُسے کوستی گاڑی میں آ بیٹھی۔

☆......☆......☆......☆

"ہدیم! کیا بات ہے' آج کل تو میڈی سے بڑا کھنچا کھنچا سا ہے"۔

"اب وہ اپنے کام کی نہیں رہی"۔ وائن کا گلاس ایک ہی سانس میں خالی کر کے وہ تلخی سے کہہ رہا تھا' میڈی کچھ فاصلے پر ہی تھم گئی تھی۔

"کیا مطلب ہے تیری بات کا؟" احسن نا سمجھی کے عالم میں پوچھ بیٹھا۔

"مطلب صاف ہے یار! میں تو بس اس کے ساتھ اچھا وقت گزارنا چاہتا تھا اور اس کے حسن کو بس اتنا ہی خراج پیش کر سکتا تھا کوئی اور ہوتی تو آگے حد سے بھی گزر جاتا مگر اس نے بھی تو چھانٹ کر بندے سے شادی کی ہے اور میں فرزل خان سے دشمنی مول نہیں لے سکتا اس لئے مقصد پورا ہوئے بغیر ہی پیچھے ہٹ گیا ویسے بھی دنیا میں حسن کی کمی تھوڑی ہے' یہ نہیں تو کوئی اور مل جائے گی"۔ ہدیم نے خباثت سے کہتے ہوئے احسن کو آنکھ ماری اور وہ دونوں ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس دیئے۔ مدیحہ خان نے لڑکھڑا کر قدم پیچھے ہٹا لئے اور آنکھوں میں آئی نمی صاف کرتے ہوئے بہت پہلے کسی کی کہی بات کانوں میں گونجنے لگی۔

"تمہیں خود کو ایکسپوز کرنے کا بہت شوق ہے یہ جانے بغیر کہ لوگ تمہیں کن نظروں سے دیکھتے ہیں اور تمہارے بارے میں کیسے کمنٹس پاس کرتے ہیں"۔ اس دن وہ نہیں سمجھی تھی' سمجھ تو جب آئی جب ٹھوکر لگی' اس کی آنکھوں سے اور تیزی سے آنسو بہنے لگے' وہ سوفٹ ڈرنک کا گلاس رکھ کر جانے کو پلٹی مگر دیری قیامت اس کی منتظر تھی' کلب میں پولیس ریڈ پڑ چکی تھی۔

"زرتاشہ! اب ہم کیا کریں گے' ڈیڈ کو پتہ چل گیا کہ میں یہاں ہوں تو بہت بُرا ہو گا"۔ وہ پریشانی سے انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

"یہ بات یہاں آنے سے پہلے سوچنی چاہئے تھی"۔ وہ آواز پر چونکی' فرزل خان فل یونیفارم میں اس کے سامنے کھڑا تھا' پہلی دفعہ مدیحہ خان کی نگاہ شرم کے مارے جھکتی چلی گئی۔

"دل تو نہیں کرتا مدیحہ خان! مگر صرف اپنی عزت کی خاطر ایسا کرنے پر مجبور ہوں' خوفزدہ ہوں اس بات سے کہ کل کی ہیڈ لائن ہو کہ "ایس پی فرزل خان کی بیوی کلب میں ڈانس اور شراب پیتی ہوئی پائی گئیں' بس اسی ڈر سے......!"

"فرزل! میں نے شراب نہیں پی"۔ وہ روتے ہوئے صفائی دینے لگی۔

"بہت خوب! شراب خانے میں کھڑے ہو کر کوئی یہ کہے گا تو کون ایمان لائے گا اور پھر تم یہاں کرنے کیا آئی تھیں؟" فرزل خان نے ایک تیز نگاہ اس پر ڈالی اور اُسے اور اس کی دوست زرتاشہ کو ساتھ آنے کا کہا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔

"تھینکس! ہم اس جگہ کے بارے میں کچھ نہیں

جانتے تھے اور آج آپ نے میری مدد کر کے مجھے اور میرے خاندان کو رسوائی سے بچا لیا ہے"۔ زرتاشہ اس کا شکریہ ادا کر کے اپنے گھر کے سامنے اُتر گئی۔ وہ دونوں واقعی نہیں جانتی تھیں' ہدیم شاہ کی آج برتھ ڈے تھی اور وہ دونوں وہاں اس کے انوائٹ کرنے پر ہی چلی گئی تھیں ورنہ وہ تو بس چھوٹی موٹی پارٹیز ہی اٹینڈ کیا کرتی تھیں۔

"فرزل!"

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے' اس دن میں نے تمہارا چیلنج قبول کیا تھا اور آج اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ تم مجھے شکست دینے کے لئے اس حد تک چلی جاؤ گی ورنہ...... کبھی بھی تمہارا چیلنج قبول نہ کرتا' کیونکہ آج تمہاری جیت کے ساتھ محض میری ہار نہیں ہوئی' بلکہ کسی کا مان و یقین ریزہ ریزہ ہو گیا اور یہ فرزل خان خود ہی سے نظر ملانے کے قابل نہیں رہا۔ آج تم نے میرے منہ پر اس دن سے کہیں بڑھ کر طمانچہ مارا ہے جب تم نے مجھ پر ایک ہوس پرست کا الزام لگایا تھا' وہ الزام بھی میری ذات کے پرخچے اُڑا گیا تھا اور آج......!" فرزل خان نے لب بھینچ لئے تھے۔

"فرزل! ایک دفعہ......"

"پلیز! گاڑی سے اُتر دو یا پھر میں پیدل ہی چلا جاؤں"۔ اسے ڈرائیونگ ڈور کھولتے دیکھ کر وہ دروازہ کھول کر باہر آ گئی اور تقریباً بھاگتے ہوئے گھر میں چلی گئی جبکہ اس کے اُترتے ہی وہ زن سے گاڑی بھگا لے گیا تھا۔

☆......☆......☆......☆

"نوراں! موبائل چارج کرنے کے لئے لگا دو اور فون اُٹھا کر مجھے دے دو"۔ ایک ہفتے سے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور جیسے ہی طبیعت سنبھلی تو اس نے فون کر کے فرزل سے کہہ دیا کہ وہ اس سے ملنا چاہتی ہے' ریسیور نوراں کو واپس کر کے وہ شاور لینے کے لئے اُٹھ گئی۔

"نوراں! ان کپڑوں کو پریس مت کرو' میری وارڈ روب میں ایک بیگ رکھا ہے اُسے نکالو اور اس میں جو کپڑے ہیں اُنہیں پریس کر......

نکالے"۔ وہ ہی جان کے دیئے گفٹ پیک کے بارے میں اسے بتاتی واش روم میں چلی گئی۔ 5'10'15 منٹ انتظار کرتے کرتے آدھا گھنٹہ گزر گیا۔

"فرزل! میں پرل کانٹی نینٹل میں آپ کی منتظر ہوں"۔ مدیحہ خان نے پہلے کی طرح دوسری جانب موجود شخص کی سُنے بغیر کال ڈسکنیکٹ کر دی۔ فرزل اس وقت پولیس اسٹیشن میں تھا' جھنجلاتے ہوئے کیپ پہنی اور والٹ' موبائل اور جیپ کی چابی اُٹھا کر باہر آ گیا اور اس کا رخ مطلوبہ جگہ ہی تھا۔

مدیحہ خان مکمل سنجیدگی سے بیٹھی تھی چونکی اس وقت جب کسی دوسرے شخص کی موجودگی کا احساس ہوا۔

"جان سکتا ہوں' اتنا ارجنٹ مجھے کیوں بلایا گیا ہے؟" فرزل خان نے عین اس کے سامنے کی چیئر سنبھال لی تھی۔ فرزل خان نے اُسے فرسٹ ٹائم بغیر میک اپ اور اوٹ پٹانگ ڈریس کے دیکھا تھا' وہ بلیک جارجٹ کے سوٹ میں' جس میں ریڈ کلر سے کڑھائی کی گئی تھی' ریڈ آنچل کاندھوں پر پھیلائے لانبے بالوں کو چوٹی میں گوندھے وہ عام دنوں کی نسبت بہت سوگوار اور پاکیزہ لگ رہی تھی اور فرسٹ ٹائم فرزل خان کی نگاہ ٹھٹک گئی تھی۔

"میں آپ کو ڈسٹرب کرنے کے لئے معذرت چاہتی ہوں مگر میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گی"۔ وہ نگاہ جھکائے بیٹھی تھی۔

"فرزل! میں نے زندگی میں ہمیشہ وہی کیا جو مجھے بہتر لگا' میں نے اپنے حساب سے بہت کم غلطیاں کی ہیں مگر جب بھی مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی اس کے احساس کے بعد میں نے سوری کرنے میں کبھی بھی دیر نہیں کی اور آج یہ احساس مجھے بہت شدت سے ہو رہا ہے کہ میں نے کبھی زندگی میں کوئی اچھائی کی ہی نہیں اور میں نے اپنی وجہ سے بہت سے لوگوں کو دکھی کر دیا' میں آپ لوگوں سے بہت نفرت کرتی تھی' مام نے ہمیشہ مجھے بس یہی بات سکھائی کہ میرے ددھیالی رشتے دار اجڈ' گنوار' نفرت کے ...... لاحق ہیں' جس عمر میں محبت سیکھی جاتی ہے' رشتوں کا احترام

دل وہاں بستا ہے جس سے وہ وقت آپ لوگوں سے نفرت کرتے ہوئے گزار دیا اور اس حویلی کی دہلیز بھی میں نے نفرت کی آگ دل میں جلائے عبور کی۔ بی جان اور باقی سب نے مجھے بہت محبت دی مگر میں تو بدگمانی میں بہت بڑھی ہوئی تھی۔ بی جان کی شفقت کی چھایا کو محسوس نہیں کر سکی اور وہیں مجھے آپ ملے آپ میری زندگی میں آنے والے پہلے مرد نہیں تھے میں نے بچپن ہی سے جانے کتنے دوست بنائے مگر آپ وہ پہلے مرد تھے جس نے میرے حسن کو خراج پیش نہیں کیا ایک نگاہ ڈالنے کے بعد کبھی دوسری نگاہ نہیں ڈالی بلکہ آپ نے ہمیشہ میری توہین کی مجھے میری حدود بتانے کی کوشش کی اور یہی بات مجھے آپ سے متنفر کر گئی اور میں نے آپ کو اپنے قدموں میں جھکانے کا فیصلہ کیا اس دن مجھے آپ کی بات پر یقین تھا کہ آپ فال لینے آئے تھے مگر میں نے......" وہ پل بھر کو رکی۔

"آپ پر گھٹیا الزام لگایا اور اس کے بعد آپ چاہتے تو اس الزام کو سچ کر سکتے تھے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا اور جب ڈیڈی نے آپ کا پرپوزل میرے سامنے رکھا تو میں نے منع کر دیا مگر پھر ڈیڈی کے سامنے ہار گئی اور میں نے آپ سے خود ہی ایک بیر باندھ لیا آپ نے اس دن کے بعد کبھی مجھ سے کچھ نہیں کہا میں خود ہی وہ کرتی چلی گئی جو آپ کو پسند نہیں تھا میں بہت بری ہوں بہت زیادہ بری مگر اس حویلی کے مکینوں نے میرے اندر اچھائی جگانا شروع کر دی تھی حویلی سے آنے کے بعد میں نے کوئی پارٹی اٹینڈ نہیں کی تھی جب بھی ایسا کرنے لگتی بی جان کی آواز میرے قدم روک لیتی اور اس دن بھی میں نہیں جانا چاہتی تھی مگر زرتاشہ اور ہدیم کے بہت کہنے پر چلی گئی مگر میرا یقین کریں میں نے ڈرنک نہیں کی تھی اور نہ ہی ڈانس......" مدیحہ خان کے حلق میں پھانس لگا تھا پل بھر کو وہ خاموش ہو گئی۔

"فرزل! آپ سوچ رہے ہوں گے کہ میں یہ سب آپ کو کیوں بتا رہی ہوں صرف اس لئے تاکہ میں آپ سے معافی مانگ سکوں لئے سارے لوگوں میں میری بھلائی چاہنے والوں میں آپ بھی شامل تھے اور میں سب سے زیادہ آپ کے ہی خلاف تھی ہمیشہ آپ کی انسلٹ کی آپ کو بہت برا بھلا کہا فرزل آپ کی ضد میں آ کر میں نے جو کچھ بھی کیا وہ سب آپ کے لئے فراموش کرنا آسان نہیں ہو گا اور نہ ہی مجھ جیسی لڑکی سے رشتہ جوڑے رکھنا آپ کو مکمل اختیار ہے کہ آپ اس رشتے کو......" اس نے بہتے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے لئے عرصہ میں پہلی مرتبہ نگاہ اٹھا کر خاموشی سے بیٹھے فرزل خان کو دیکھا تھا اور دوسرے ہی لمحے نگاہ جھکا گئی تھی آنسو ٹپ ٹپ اس کے گالوں پر گر رہے تھے۔

"آپ اس رشتے کو ختم کرنے کا مکمل اختیار رکھتے ہیں میں آپ جیسے انسان کی بیوی کہلائے جانے کی مستحق نہیں ہوں بس آپ سے گزارش ہے کہ آپ میری خطاؤں کو معاف نہیں کر سکتے تو پلیز ایک بار کوشش ضرور کیجئے گا کیونکہ جب تک آپ معاف نہیں کر دیتے تب تک مجھے سکون نہیں ملے گا۔" مدیحہ خان اپنی بات مکمل کر کے وہاں سے بھاگتی ہوئی چلی گئی تھی اس کے جانے کے ساتھ ہی فرزل خان کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"تم کس لائق ہو یہ مجھ سے نہیں میرے دل سے پوچھو جو تمہاری تمام بدتمیزیوں کے باوجود تمہارا ہو گیا میں صرف ایک مرد بن کر سوچوں تو میری انا اور مردانگی تمہیں معاف کرنا تو دور سوچ بھی نہیں سکتی مگر جب میں آنکھیں بند کر کے صرف اپنے دل کے بارے میں سوچتا ہوں تو تمہیں معاف کر دینے کو من کرتا ہے اور میں تمہیں اب کیا معاف کروں گا میں تو تمہاری ہر خطا کے ساتھ ہی معاف کرنے کا حوصلہ رکھ کر چلا تھا تم سے بدلہ لینا تو میرا مقصد تھا ہی نہیں ورنہ تم اتنی آگے نہ بڑھتیں مگر تم نے مجھے بہت ستایا ہے اور اب میری باری ہے گن گن کر بدلے نہ لیے تو میرا بھی نام فرزل خان نہیں۔" فرزل خان مسکراتے ہوئے جانے کے لئے اٹھ گیا تھا اس کا ارادہ آج ہی حویلی جانے کا تھا تاکہ بی جان سے بات کر کے اس بدتمیز اور ضدی لڑکی کو جو سدھر گئی تھی اسے گھر لا سکے۔

☆......☆......☆......☆

"کہاں جا رہی ہو؟" کار کا ڈور کھولتے اس کے ہاتھ لٹک گئے۔

"زرتاشہ کی آج انگیجمنٹ ہے میں وہیں جا رہی تھی"۔

"کس کی اجازت سے؟" فرزل خان نکاح والے ڈریس میں نیچرل میک اپ کے ساتھ تیار کھڑی مدیحہ خان کو مصنوعی غصے سے گھور رہا تھا۔

"اب کھڑی کیوں ہو گاڑی میں بیٹھو اس میں نہیں میری گاڑی میں؟" اسے بیٹھتے دیکھ کر خفگی سے کہا گیا تھا اس نے خاموشی سے فرزل خان کے حکم کی تعمیل کی تھی اور فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی تھی کچھ لمحے خاموشی کی نذر ہو گئے فرزل زیر لب مسکراتے ہوئے اس کی بے چینی محسوس کر رہا تھا جبھی مدیحہ خان کی آواز گونجی۔

"آپ نے مجھے معاف کر دیا؟"

"تمہیں کیا لگتا ہے مجھے معاف کر دینا چاہیے؟ میری جگہ تم ہوتیں تو کیا کرتیں؟ بتاؤ کیا تم مجھے معاف کر سکتی تھیں؟" فرزل خان نے سوال پر سوال کیا تھا۔

"میں معاف کر دیتی"۔

"او...... آپ تو بہت مہان ہیں مگر میں اتنے بڑے دل کا مالک نہیں ہوں"۔ سراسر مذاق اڑایا گیا تھا۔

"شادی کی ڈیٹ رکھ دی جانے کی وجہ سے تم سوچ رہی ہو کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے تو یہ تمہاری بھول ہے فرزل خان اپنے مجرم کو اتنی آسانی سے معاف نہیں کرتا"۔ اسے نگاہ کے حصار میں باندھا تھا۔

"آپ مجھے جو سزا دینا چاہتے ہیں دے سکتے ہیں مجھے آپ کی ہر سزا منظور ہے"۔ روتے ہوئے نگاہ جھکا کر رقت سے کہا تھا۔

"ہا ہا ہا! اس عنایت کی وجہ جان سکتا ہوں"۔ لہجہ طنزیہ تھا۔

"اس وقت تو جانے دیجئے ا۔ آپ کی دوست کا گھر آ گیا ہے آئندہ ملاقات میرے گھر اور میرے کمرے میں ہوگی اور اپنی ہر خطا کا حساب ضرور رکھیے گا یہ طلب جلد میں [illegible] کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ میں ہر خطا کا سود سمیت بدلہ لوں گا"۔ اس کے گلابی چہرے کو تکتے ہوئے استحقاق بھری نگاہ جل تھل آنکھوں میں ڈالی تھی اور گھوم کے آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور یہ جا وہ جا۔

☆..........☆..........

فرزل خان سونے کے لئے لیٹا تو وہ بھیگی پلکیں پتلیوں پر آ ٹھہریں وہ مسکراتے ہوئے گنگنانے لگا۔

تیرے لئے ہے میرا دل میری جان

ہوتے ہیں تو ہوں فاصلے درمیان

فرزل خان کی گنگناہٹ موبائل پر ہونے والی بپ سے تھم گئی۔ وہ اپنے اتنے فسوں خیز لمحے کے گم ہو جانے کے باعث قدرے غصے میں ہیلو بولا تھا مگر دوسری جانب کی خبر سن کر اس کی ساری سوچیں گڈمڈ ہو کر رہ گئیں۔

"تم نے کیا سمجھا تھا ایس پی! ہم خاموش بیٹھے رہیں گے اپنی اس بلبل کی سلامتی چاہتا ہے تو ہمارے بیٹے کو رہا کر دے"۔

"بکواس بند کرو اعجاز ہمدانی! تمہارے بیٹے کو تو کبھی رہا نہیں کریں گے ہمیں تو کب سے تیری تلاش ہے"۔ وہ چیخا تھا۔

"تو نے میری بات غور سے نہیں سنی ایس پی! مدیحہ خان کو تو جانا ہی ہوگا آخر کو بیوی ہے تیری"۔ اعجاز ہمدانی کی خباثت میں لپٹی آواز فرزل خان کو طیش دلا گئی۔

"اعجاز ہمدانی! اپنی گندی زبان سے میری بیوی کا نام بھی مت لینا"۔

"پیارے ہم صرف نام نہیں بہت کچھ کر سکتے ہیں کیونکہ تیری حسین بیوی اس وقت ہمارے قبضے میں ہے"۔ اعجاز ہمدانی نے قہقہہ لگاتے ہوئے انکشاف کیا تھا۔ فرزل خان کی آنکھوں کے سامنے زمین آسمان گھوم گئے تھے۔

"تم...... تمہاری ہمت کیسے ہوئی اعجاز ہمدانی! اگر مدیحہ کو کچھ ہو گیا تو میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں"۔ وہ نہ جانے کیسے بولا تھا۔

"فکر مت کرو ایس پی! تیری بیوی تو بے شک حسن کی مالک سہی مگر ہم اسے صرف مہمان بنا کر رکھیں گے، بس تو ہمارا مطالبہ پورا کردے اور اگر تو ایسا نہیں کرتا..... تو میں بھی کوئی فرشتہ نہیں ہوں، بہک بھی سکتا ہوں"۔ وہ اپنے مخصوص مکروہ انداز میں بول رہا تھا، فرزل خان کی کنپٹیاں تک سلگ اٹھی تھیں۔

"تمہاری دشمنی مجھ سے ہے، تم مدیحہ کا بال بھی بیکا نہیں کروگے"۔

"چچ..... چچ چی..... چی اب آیا ہے اونٹ پہاڑ کے نیچے ایس پی! اگر اپنی بیوی کی جان و عزت کی سلامتی چاہتے ہو تو میرے بیٹے....."

"تم یہ بتاؤ کہ تمہارے بیٹے کو کہاں لے کر آنا ہے؟"

اس نے بات کاٹی تھی اور اعجاز ہمدانی حیران رہ گیا تھا۔

"اتنی بھی جلدی کیا ہے، ہم اپنے بیٹے کے لئے 3 ماہ سے تڑپ رہے ہیں اور تم ایک رات اپنی بیوی سے دور نہیں رہ سکتے"۔

"اعجاز ہمدانی! میرے غصے کو آواز مت دو۔ میں تمہارے بیٹے کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوں، تم میری بیوی میرے حوالے کردو اور یاد رکھنا اعجاز ہمدانی! مدیحہ کو ذرا سی آنچ بھی آئی تو میں تم لوگوں کا نام و نشان تک مٹا دوں گا"۔ فرزل خان نے عالم طیش میں آ کر اُسے دھمکی دی تھی اور وہ ہنسنے لگا تھا۔

"مجھے معلوم تھا تو سنتے ہی بے قرار ہو جائے گا مگر یقین نہیں تھا کہ تو اتنی جلدی راضی ہو جائے گا، باتیں تو بڑی بڑی کرتا ہے اب کہاں گیا ایس پی! تیرا فرض؟ بیوی کے سامنے وطن کی محبت ہار گئی؟ اچھا خیر چھوڑ مجھے اس سے کیا مجھے تو بس اپنا بیٹا چاہیے اور یاد رکھنا ایس پی زیادہ چالاکی دکھانے کی کوشش مت کرنا اور اکیلے ہی آنا، کسی اور کو ساتھ لائے تو یہ تیری بیوی کے حق میں بہتر نہیں ہوگا، فون رکھتا ہوں، کل ملاقات ہوگی"۔

"کل نہیں اعجاز ہمدانی! ٹھیک دو گھنٹے بعد میں تمہارا بیٹا تمہارے حوالے کروں گا اور تم میری بیوی"۔ فرزل خان نے ٹھوس لہجے میں کہتے ہوئے لاٹن کاٹی، دراز میں سے کچھ فائلز اور ریوالور نکالی اور موبائل اور گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل گیا، اس نے نائٹ ڈریس بدلنا بھی گوارا نہیں کیا تھا، اس کے گھر سے ڈی آئی جی صاحب کے گھر کا فاصلہ 30 منٹ تھا اور وہ محض دس منٹ میں وہاں پہنچا تھا۔ ڈی آئی جی صاحب ایسا نہیں کرنا چاہتے تھے۔

"فرزل خان! ہم ایک جان بچانے کی خاطر ملک کی 16 کروڑ عوام کی جان خطرے میں نہیں ڈال سکتے"۔

"سر! اس وقت بات کسی کی جان اور ملک دشمن عناصر کی چھوڑ دینے کی نہیں ہے، بات فرزل خان کی عزت تک آ پہنچی ہے اور سر! آپ اس وقت نعمان ہمدانی کو میرے حوالے کردیں اور میرا آپ سے وعدہ ہے، ٹھیک 3 گھنٹے بعد وہ اور اس کا باپ زندہ باہر آپ کے قدموں میں ہوں گے"۔ ڈی آئی جی صاحب خاموش رہ گئے تھے، وہ اس نوجوان کو ایک سال سے جانتے تھے اور اتنے غصے میں اُسے فرسٹ ٹائم دیکھا تھا۔

"او کے! ایس پی فرزل خان! یہ رسک میں صرف آپ کہنے پر لے رہا ہوں"۔ کچھ ہی دیر میں وہ لوگ پولیس اسٹیشن پہنچ گئے تھے جہاں حال ہی میں فرزل خان کی پوسٹنگ ہوئی تھی، بہت رازداری سے نعمان ہمدانی کو جیل سے باہر لایا گیا تھا۔

"میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں، اعجاز ہمدانی پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا"۔

"اس پر یقین کرنا مجبوری ہے سر! اور جب اس کے پاس میری سب سے قیمتی متاع حیات ہے تو اعتماد کرنے کے سوا میں اور کر بھی کیا سکتا ہوں"۔ فرزل خان بے بسی سے کہتا گاڑی میں بیٹھ گیا۔

"ایس پی فرزل خان! تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟" نعمان ہمدانی پوچھ رہا تھا، وہ اب تک حیران تھا اس کے ہاتھ ہتھکڑی میں جکڑے تھے، اس سے زیادہ فرزل خان نے ضرورت نہیں سمجھی تھی اور ــــــ اعجاز ہمدانی کو کال ملائی۔

"اتنا فکر مند ہونے کی کیا ضرورت تھی ایس پی! تیری بیوی یہاں بہت محفوظ ہے، تو چاہے تو میرا بیٹا ایک دو دن بعد بھی رہا کر سکتا ہے اور تیری بیوی میرے پا....." بات ادھوری رہ گئی تھی۔

"اعجاز ہمدانی.....!" فرزل خان اس کی بات کاٹ کر غصے پر کنٹرول نہیں رکھ سکا اور ساتھ ہی گاڑی کا بیلنس بھی آؤٹ ہو گیا، اس نے بہت مشکل سے گاڑی کو لگنے سے بچایا تھا مگر اس کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکرایا تھا اور ماتھے پر سے بہتا ہوا خون چہرے پر بہنے لگا تھا۔

"تم اپنی گھٹیا زبان بند رکھو اور جگہ بتاؤ میں تمہارے بیٹے کو کہاں لے کر آؤں؟" وہ پورے 3 منٹ بعد کچھ کہنے کے قابل ہو سکا تھا۔ جب اعجاز ہمدانی نے اُسے وہ منحوس خبر سنائی تھی ساڑھے بارہ ہو رہے تھے اور اب 2:20 ہو رہے تھے جب وہ اعجاز ہمدانی کے بتائے فارم ہاؤس میں داخل ہوا۔

"آؤ فرزل خان! تم تو وقت سے پہلے ہی آ گئے، بتاؤ! کیا لوگے چائے، ٹھنڈا، وسکی.....؟" وہ بہت اطمینان سے پوچھ رہا تھا۔

"میری بیوی کہاں ہے اعجاز ہمدانی؟" اس نے اس کا سوال نظر انداز کر دیا تھا۔

"تسلی رکھو ایس پی تمہاری بیوی ابھی آ جاتی ہے، ہمیں اپنی خدمت کا تو موقع دو، بھابی کی خدمت کا بھی موقع نہیں دیا"۔ اس نے پینترا بدلا تھا۔

"میرے صبر کا اور امتحان مت لو اعجاز ہمدانی! یہ رہا تمہارا بیٹا اب میری بیوی میرے حوالے کردو"۔ فرزل خان نے ایک جھٹکے سے نعمان ہمدانی کو اعجاز ہمدانی کی جانب دھکیلا تھا۔

"میں چاہوں تو تمہیں دھوکا دے سکتا ہوں مگر اگر تم اپنی زبان کے پکے ہو تو ہم تم سے کم نہیں ہیں"۔ اعجاز ہمدانی نے اشارہ کیا تھا ایک ملازمہ اشارہ پاتے ہی اندر چلی گئی اور جب وہ واپس آئی تو اس کے ساتھ ہی مدیحہ خان بھی تھی، مدیحہ خان جو روتی ہوئی ملازمہ کے ساتھ گھسیٹتی ہوئی آ رہی تھی فرزل خان پر نگاہ پڑتے ہی وہ تڑپ کر اس تک آئی تھی اور اس کے سینے سے لگ کر بلک اٹھی تھی۔

"مدیحہ! آر یو او کے؟" مدیحہ خان کے آنسو اور روانی سے بہنے لگے تھے۔

"مدیحہ! تم یہاں سے باہر جاؤ، گاڑی اسٹارٹ ہے تم ایک پل ضائع کئے بغیر یہاں سے نکل جانا"۔

"ایس پی! ایسی بھی کیا بے قراری کہ ہمیں بھی فراموش کردیا، یہ سب تو گھر جا کر کرنا اس وقت تو میرے بیٹے کی ہتھکڑی کھولو"۔ فرزل خان نے اپنے بازو سے لگی مدیحہ خان کو اشارے سے باہر جا کر گاڑی میں بیٹھنے کو کہا اور آگے بڑھ کر نعمان ہمدانی کی ہتھکڑی کھول دی۔

"تم اگر یہ کام پہلے کر دیتے تو آج نہ نیند خراب ہوتی اور نہ ہی اتنی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی لیکن جیسے تمہاری مرضی اور بہت شکریہ ایس پی!"۔ اعجاز ہمدانی نے اپنا ہاتھ بڑھایا تھا جسے فرزل خان نے تھام لیا اور ایک جھٹکے سے اُسے اپنی جانب کھینچ کر اس کا ہاتھ پشت پر باندھ کر ریوالور تان لی۔

"ذلیل..... دکھا دی نا اپنی اصلیت"۔ اعجاز ہمدانی اس سب کے لئے تیار نہیں تھا۔

"نعمان! اس سالے کو دیکھ بھاگنے نہ پائے"۔ فرزل خان نے غصے میں ایک گھونسا اس کے پیٹ میں مارا تھا۔

"کوئی فائدہ نہیں ہے"۔ فرزل خان گاڑی کی آواز سن کر بولا تھا۔

"تو نے کیا سمجھا تھا اعجاز ہمدانی! تو میری بیوی کو ڈھال بنا کر اپنے بیٹے کو چھڑانے میں کامیاب ہو جائے گا، نہیں اعجاز ہمدانی نہیں، تو نے ایسا کر کے اپنی موت کو آواز دی ہے، حرکت نہیں نعمان ہمدانی! ورنہ..... تیرا یہ باپ تیری آنکھوں کے سامنے دم توڑے گا"۔ فرزل خان نے بھاگنے کو پر تولتے نعمان ہمدانی سے کہا تھا۔

"اعجاز ہمدانی! اپنے ساتھیوں سے کہو ہتھیار پھینک دیں"۔ فرزل خان نے بندوق کی نالی اس کی پیٹھ میں زور سے چبائی تھی۔ اعجاز ہمدانی نے ڈر کے مارے ہتھیار پھینکنے کو کہہ دیا مگر اعجاز ہمدانی کے ایک ساتھی نے اندر کمرے

سے نکل کر فرزول خان پر گولی چلا دی جو اس کے بائیں بازو کو چیرتی چلی گئی اور اعجاز ہمدانی اس کی گرفت سے نکل گیا مگر فرزول خان نے کمال پھرتی سے انگلی ٹریگر پر رکھ دی، گولی اعجاز ہمدانی کی گردن کے آر پار ہو گئی، اعجاز ہمدانی کو خون میں لت پت تڑپتے دیکھ کر نعمان ہمدانی نے زمین پر پڑی ریوالور اٹھالی اور جس نے پہلے فرزول خان پر گولی چلائی تھی ایک بار پھر اس نے گولی چلا دی، اس بار فرزول خان کے جھک جانے کی وجہ سے اس کا نشانہ خالی چلا گیا، وہ 5 لوگ تھے اور فرزول خان اکیلا ان کا مقابلہ کر رہا تھا کہ زمین پر پڑے اعجاز ہمدانی نے اس کا نشانہ لیا گولی فرزول خان کے سینے پر لگی تھی، ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور وہ لہرا کر زمین پر گرتا اس سے قبل ہی ڈی آئی جی صاحب نے اسے تھام لیا اور فرزول خان نے ان کے ہاتھ میں موجود گن چھین کر پولیس کو دیکھ کر بھاگنے کو پر تولتے نعمان ہمدانی کا نشانہ لے لیا۔

"سر! میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، آپ کے اور وطن کے مجرم یہ آپ کے سامنے ہیں۔" ہوش کی دنیا سے ناتا توڑنے سے قبل فرزول خان مسکراتے ہوئے بولا تھا اور اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئی تھیں۔ پچھلے گیارہ گھنٹوں سے فرزول خان I.C.U میں زندگی اور موت کے درمیان جھول رہا تھا، ملکوال سے سب ہی لوگ آ گئے تھے اور گھر کا ہر فرد اس کی زندگی کی دعا کر رہا تھا اور فرزول خان کی حالت سے بے خبر مدیحہ خان دواؤں کے زیر اثر سو رہی تھی۔ اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا مگر اب وہ خطرے سے باہر تھی، رات مدیحہ خان بہت فاسٹ ڈرائیونگ کرتی ہوئی گھر پہنچی تھی اور راستے میں فرزول خان کے موبائل پر ہونے والی بپ پر اس نے سیل کان سے لگا کر ڈی آئی جی کو اس جگہ کے بارے میں جتنا سمجھ سکی تھی بتا دیا تھا۔ کمال خان اور ہانیہ خان رات کے ساڑھے 3 بجے اس کی غیر موجودگی سے پریشان ادھر ادھر ٹہل رہے تھے، بیٹی کی دگرگوں حالت کو دیکھ کر اس تک آئے تھے اور مدیحہ خان ماں کی آغوش میں سر چھپا کر روتی چلی گئی تھی اور جب تک وہ صورت حال سمجھتے مدیحہ خان بے ہوش ہو گئی تھی جسے لے کر وہ ہاسپٹل دوڑے تھے، وہ دونوں ایک ہی ہاسپٹل میں تھے، پہلے مدیحہ خان کو ہوش آیا تھا اور اس کے منہ سے سب سے پہلے اسی کا نام نکلا تھا۔

"فرزول! ماما فرزول! وہ ٹھیک تو ہے ناں وہ کہاں ہے ماما؟ وہ آیا کیوں نہیں؟ پلیز ماما اسے بلائیے۔" وہ بے ربط جملے بول رہی تھی، ہانیہ خان چاہ کر بھی اس کی حالت کے پیش نظر نہ بتا سکیں کہ فرزول خان اس وقت I.C.U میں ہے۔

"مدیحہ بیٹی! لیٹی رہو، تمہیں آرام کی ضرورت ہے، فرزول ابھی باہر تمہاری دوائیں لینے گیا ہے، بس آتا ہی ہو گا۔" ثمینہ خان بہت دقت سے بولی تھیں اور چاہ کر بھی آنسو روک نہیں سکی تھیں۔

"آپ کب آئیں؟ اور یہ بی جان اور تایا آپ کو کس نے بتایا اور جب فرزول ٹھیک ہے اور مجھے ہوش آ گیا ہے تو آپ رو کیوں رہی ہیں......؟ آپ جھوٹ بول رہی ہیں ناں، پلیز سچ بتائیے کہ فرزول کہاں ہے؟ وہ مجھے ان لوگوں سے چھڑانے گیا تھا اور میں اس کے کہنے پر اسے اکیلا چھوڑ کر آ گئی تھی، وہ کہاں ہے؟ مجھے ابھی اس کے پاس جانا ہے۔" مدیحہ خان ان کے روکنے کے باوجود چادر اتار کر اٹھی تھی اور ایک جھٹکے سے اپنے ہاتھ سے ڈرپ نکال کر باہر کی طرف دوڑی تھی۔

"بی جان! فرزول کہاں ہے؟ آپ لوگ خاموش کیوں ہیں۔ اسے کیا ہوا ہے؟ آپ لوگ مجھے بتاتے......" بات مکمل نہیں ہو سکی تھی۔

"آپ لوگ دعا کریں، مریض کی حالت بہت کریٹیکل ہے اور وہ کومے میں بھی جا سکتے ہیں۔" وہ حیرانگی سے ڈاکٹر کو دیکھ رہی تھی، پھر لپک کر I.C.U میں داخل ہو گئی تھی، بیڈ پر چت لیٹے فرزول خان کو دیکھ کر وہ لڑکھڑاتے قدموں سے اس کے نزدیک آئی تھی۔

بازو اور سینہ پٹیوں سے جکڑا ہوا تھا اور منہ پر آکسیجن، اور ہاتھ میں مختلف سوئیاں لگی ہوئی تھیں اور قطرہ قطرہ کر کے

خون اس کے جسم میں اتر رہا تھا، اسے یوں دیکھ کر اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

"فرزول! پلیز ہوش میں آ جاؤ، میں بہت بری ہوں، ہمیشہ تمہیں ستاتی ہوں، تمہاری اس حالت کی ذمے دار بھی صرف میں ہوں، میں جب سے تمہاری زندگی میں شامل ہوئی ہوں ہر پل تمہارا مشکل میں گزرا ہے، میں نے ہمیشہ تمہارا برا چاہا اور تم میری خاطر جان سے کھیل گئے۔ پلیز فرزول! مجھے میری خطاؤں کی اتنی بڑی سزا مت دو، تم نے کہا تھا تم مجھ سے گن گن کر بدلے لو گے، آنکھیں کھول کر دیکھو فرزول، تمہاری مجرم تمہارے سامنے کھڑی ہے مجھے سزا دو، ان سب کا کیا قصور ہے، میری نہیں تو ان سب کی خاطر آنکھیں کھول دو فرزول! کیوں نہیں سن رہے تم! پلیز! آنکھیں کھولو، تمہیں کچھ ہو گیا تو میں بھی جی نہیں پاؤں گی، تم نے مجھے جینا سکھایا ہے، محبت کرنا سکھایا ہے، تمہیں میری محبت کا واسطہ ہے، فرزول! میری نہیں، ان سب کی محبت کی خاطر آنکھیں کھول دو، صرف ایک بار مجھے موقع دو فرزول! میں بالکل ویسی بن جاؤں گی، جیسا تم مجھے بنانا چاہتے ہو، اب میں کبھی بھی مغربی لباس نہیں پہنوں گی، بڑوں کے ساتھ بدتمیزی بھی نہیں کروں گی، آیا ماں سے بھی معافی مانگوں گی، کھانا پکانا سیکھوں گی، جب تم ڈیوٹی سے آیا کرو گے تب تمہیں اپنے ہاتھ سے چائے بنا کر دیا کروں گی، تمہیں کافی پسند نہیں ہے ناں، اب کبھی بھی نہیں پیوں گی، جو تم کہو گے صرف وہی کروں گی، تم مجھے اپنی زندگی سے نکالو گے تو تم سے بہت دور چلی جاؤں گی، مگر ایک بار صرف ایک بار مجھے موقع دو، تم مجھ سے ناراض ہو کر کیسے جا سکتے ہو، بی جان! اسے کہیے کہ یہ اٹھے، مجھ سے بات کرے۔" وہ آنسو بہاتی بی جان کے نزدیک آ کر انہیں جھنجھوڑنے لگی تھی، وہ اپنے ہوش میں نہیں لگ رہی تھی، اس نے بی جان کا بازو چھوڑ دیا اور فرزول خان کے بیڈ کے نزدیک دوبارہ کھڑی ہو گئی اور اپنا سر فرزول خان کے پیروں پر رکھ دیا اور سسکنے لگی، فرزول خان کے پنجوں پر اس کے آنسو گر رہے تھے، یکدم مدیحہ خان کو اس کے پیروں میں جنبش سی محسوس ہوئی، اس نے جھکا سر اٹھایا تو انگلیوں کو حرکت کرتے دیکھ کر دل زور سے دھڑکا، اٹھا وہ لپک کر اس تک آئی اور اس کا ہاتھ تھام کر بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی اور اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا اور ایک بار پھر سسکنے لگی، فرزول خان نے بمشکل ہاتھ اونچا کر کے آکسیجن ماسک چہرے سے ہٹایا تھا، فرزول خان کے منہ سے نکلنے والی سسکی پر اس نے اپنا سر اس کے سینے پر سے اٹھایا اور بھیگی پلکوں سے گھبرا کر دیکھنے لگی۔

"آرام سے یار! تم نے تو میری جان ہی نکال دی۔" وہ دقت سے مسکراتے ہوئے کہنے لگا تو وہ شرمندہ ہوتی کھڑی ہو گئی، اسے ہوش میں دیکھ کر سب کی جان میں جان آ گئی تھی، بی جان اس کی پیشانی پر بوسہ دیتیں رب کا شکر ادا کرنے چل دیں، عائشہ خان بیٹے کو پیار کرتیں، بہو کے آنسو صاف کر کے باہر نکل گئیں اب روم میں صرف وہی دونوں رہ گئے تھے اور اس کے آنسو پھر بہنے لگے تھے۔

"میرے ہوش میں آ جانے کے دکھ میں آنسو بہائے جا رہے ہیں۔" فرزول خان اس کے زرد چہرے کو نگاہ کے حصار میں باندھتے ہوئے کہہ رہا تھا، اس کی آنکھیں بے تحاشہ سرخ ہو رہی تھیں اور مستقل رونے کے باعث سوج بھی گئی تھیں، فرزول خان کے دل کو اندر سے کچھ ہوا تھا۔

"میں جانتی ہوں، آپ میرے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے اور میں بہت بری ہوں مگر اتنی بھی نہیں ہوں کہ کسی کو تکلیف میں دیکھ کر خوشیاں منانے لگوں، اور وہ بھی اسے دیکھ کر جس نے میری وجہ سے زخم کھائے ہوں اور اس سے میرا مستقبل وابستہ ہو۔" بہت شکوہ کناں نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

"لو...... شاید...... آج ہی آپ کو پتہ چلا ہے ورنہ اس رشتے کو جڑے تو آج چار مہینے ہونے کو آ رہے ہیں، مگر یہ خیال آیا کیسے کہ میں تمہارا مستقبل......"

"بس کریں فرزول! اور کتنا شرمندہ کریں گے، کیا میرے لیے اتنی ہی سزا کافی نہیں ہے کہ میں اب بھی سر اٹھا کر نہیں چل سکوں گی، چاند کو اس کی بدصورتی کا

طعنہ.....!"

"لاحول ولا قوۃ مدیحہ! قینچی کی طرح چلتی ہے تمہاری زبان' کبھی کہنے سے پہلے سوچ بھی لیا کرو"۔ فرزل خان غصے سے کہتا سیدھا ہوا تھا اور تکلیف سارے بدن میں پھیل سی گئی تھی۔

"کچھ غلط تو نہیں کہا میں نے' مجھے میری حرکتیں اس گھٹیا کلب اور اعجاز ہمدانی تک لے گئیں' آپ کو نیچا دکھانے کے چکروں میں صرف اپنا ہی نقصان کیا' خودسری اور ضد میں اپنے پندار اور نسوانیت تک کو داؤ پر لگا دیا' مجھے معاف کر دیں فرزل! میں غلط تھی میری ضد بے معنی تھی' آپ نے خون میں ڈوب کر مجھے داغدار نہیں ہونے دیا میں اس قابل نہیں تھی کہ آپ میری خاطر خود کو مصیبت میں ڈال لیتے' میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں چکا سکوں گی اور نہ ہی کبھی آپ سے نگاہیں ہی ملا سکوں گی"۔ بھیگے لہجے میں کرب و شرمندگی اور بے بسی رچی ہوئی تھی اور وہ کمرے سے جانے لگی تھی فرزل خان نے تھوڑا سا آگے بڑھ کر اس کی کلائی تھامی تھی اور ایسا کرنے میں جو تکلیف ہوئی تھی اس کے اثرات چہرے پر پل بھر کو چھا گئے تھے۔

"آر یو او کے فرزل؟" وہ پریشانی سے بیڈ پر ٹکتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھے پوچھ بیٹھی تھی۔

"کہاں کا او کے؟ جب مسیحا تم جیسا ہو تو سب ٹوٹے ہی ٹوٹے"۔ فرزل خان کا اشارہ اپنے زخموں کی جانب تھا اور وہ شرمندہ ہوتی ایک بار پھر آنسو بہانے لگی تھی۔

"مدیحہ! میں صرف ایک بات کہوں گا کہ اس بار تو میں نے تمہیں رشتوں کا پاس کرتے ہوئے معاف کر دیا ہے شاید آئندہ یہ حوصلہ خود میں جمع نہ کر سکوں کیونکہ عورت کی عزت تو کھنکتی چوڑیوں کی مانند ہوتی ہے جب تک کھنکتی ہیں اچھی لگتی ہیں مگر جب ٹوٹ کر بکھرتی ہیں ان کرچیوں کا کوئی مول' کوئی وقار نہیں رہتا' کوئی چاہ کر بھی انہیں سمیٹ نہیں سکتا"۔ فرزل خان سنجیدگی سے کہتا اسے شرمندہ کر گیا تھا۔

"میں ٹھوکر کھا کر سنبھلنے والوں میں سے تھی فرزل! اور جب ٹھوکر لگی تو ہی اپنی غلطیوں کا اندازہ ہوا اور میری یہ خوش قسمتی ہے کہ مجھے آپ کا ساتھ نصیب ہوا' پہلے میری بدتمیزیوں کو سہا اور اب مجھے میری ہر خطا کی معافی دے کر فرزل آپ نے مجھے اپنی ہی نظروں میں بہت چھوٹا کر دیا ہے' اور آج احساس ہو رہا ہے کہ آپ ہمیشہ سے ہی میرے خیرخواہ تھے اور میں آپ کو دشمن سمجھے بیٹھی تھی' آپ نے مجھے معاف کر دیا فرزل! بس یہی بہت ہے اور آپ کو پورا حق حاصل ہے کہ آپ نے بی جان کے مجبور کرنے پر جو رشتہ قائم کیا تھا اُسے توڑ دیں' کیونکہ میں آپ کے لائق نہیں ہوں' میں بہت بُری ہوں اور آپ کی اچھائیاں مجھے جینے نہیں دیں گی"۔ وہ بیڈ کے کنارے سے اُٹھی تھی مگر فرزل نے اُسے واپس بٹھا دیا تھا اور وہ حیرت سے اُسے دیکھنے لگی تھی۔

"یہ رشتہ تم سے بے شک میں نے زبردستی جوڑا تھا مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ میں اس دن تم سے محبت کر بیٹھا تھا جب تم سے نکاح ہوا تھا اور اسی لئے میں نے تمہارا چیلنج قبول کرنے کے بعد بھی کوئی قدم نہیں اٹھایا کیونکہ میں چاہتا تھا کہ تم خود غلط اور صحیح کو سمجھو ورنہ میرے لئے تمہاری خودسری و سرکشی کو لگام دینا ہرگز بھی مشکل نہیں تھا اور رات جو کچھ بھی ہوا اس میں تمہارا قصور نہیں ہے اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں خود ہی سے نظر ملانے کے قابل نہ رہتا اور جو کچھ بھی ہوا اسے بھول جاؤ اور ایک نئے عزم و لگن کے ساتھ زندگی شروع کرو' جس میں گزرے ماضی کی تلخیوں کا شائبہ تک نہ ہو اور اس نئے جیون میں تم مجھے اپنے ہمقدم پاؤ گی کیونکہ فرزل خان بزدل اور پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہے"۔ فرزل خان نے مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے اپنا مردانہ ہاتھ اس کی جانب بڑھایا تھا۔ مدیحہ خان نے اپنی حیرت کو پیچھے دھکیلتے ہوئے اپنا گلابی نازک ہاتھ اس کے بھاری ہاتھ پر نم پلکوں سے مسکراتے ہوئے رکھ دیا تھا اس اُمید کے ساتھ کہ آنے والی زندگی بہت سہل اور بہاروں بھری تھی جس میں دکھوں کا شائبہ نہ تھا اور فاصلوں کی گنجائش اس نے نکلنے نہیں دی تھی۔

☆.....☆.....☆.....☆